احسن المقال

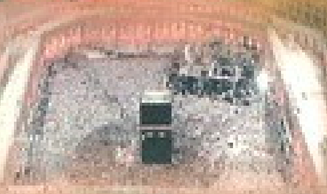

فی کراھیۃ صیام ستۃ شوال

(شوال کے چھ روزوں کے مکروہ ہونے کی تحقیق)

تصنیف

محمد زرولی خان عفا اللہ تعالیٰ عنہ

مؤسس ورئیس الجامعۃ العربیہ احسن العلوم

وخادم الحدیث والافتاء وامام وخطیب جامع مسجد الجامع الاحسن

مقام گلشن اقبال بلاک نمبر ۲ کراچی پاکستان

شائع کردہ: شعبہ نشر واشاعت

جامعہ عربیہ احسن العلوم

گلشن اقبال بلاک نمبر ۲ کراچی پوسٹ بکس نمبر: 17656

ٹیلی فون نمبر: 4818210

احسن المقال فی کراھیۃ صیام ستۃ شوال

یعنی

شوال کے چھ روزوں کے مکروہ ہونے کی تحقیق

فہرست

(۱)مقدمہ ۲۸

(۲)دعائی کلمات ۳۲

امام اہل سنت محقق العصر حضرت مولانا سرفراز خان صاحب صفدر دامت برکاتھم

(۳)تقریظ استاد العرب والعجم شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب مدظلہ ۳۳

(۴)تقریظ شیخ المشائخ شیخ الحدیث حضرت مولانا حسن جان صاحب مدظلہ ۳۴

(۵)تقریظ حضرت مولانا مفتی نظام الدین شامزئی الشہید رحمۃ اللہ علیہ ۳۵

(۶)تقریظ حضرت مولانا قاری مفتاح اللہ صاحب مدظلہ ۳۶

(۷) **المبحث فی احادیث صیام ستة شوال** ۴۰

(۸)مؤطا امام مالک اور استذ کار بابت ستہ شوال ۴۵

(۹)امام مالکؒ اور امام ابوحنیفہؒ کا متفق ہونا بہت وقیع بات ہے ۴۷

(۱۰)صیام ستہ شوال اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ۴۸

(۱۱) **المبحث فی کلمة لابأس** ۴۹

(۱۲)صرف روایات میں آنا عمل کے لئے کافی نہیں ہے جب تک فقہاءِ کرام نے اس پر عمل نہ فرمایا ہو ۵۰

(۱۳)اعلاء السنن اور معارف السنن کے بارے میں ایک وضاحت ۵۴

(۱۴) **قد یرد الحدیث مع صحة سنده** ۵۸

(۱۵)خلاصۂ کلام ۷۴

مقدمہ

الحمد للہ رب العٰلمین وصلی اللہ وسلم علی رسو لہ الکریم ونبیہ الامین وعلی اٰلہ واصحابہ افضل الخلائق بعد النبیین ومن بعد ھم اقتدیٰ وباٰثار ھم اکتفیٰ من المفسرین والمحدّثین والفقھاء الیٰ یوم الجزاء

اما بعد !

علماء امت محمدیہ جو دین اسلام کے راہنمایان اور آنحضرت ﷺ اور حضرات انبیاء کے وارثین اور جانشین ہیں ان کے مناصب شریفہ میں سے اہم اور مہم منصب احقاق حق اور ابطال باطل ہے اور اس فریضہ کی ادائیگی کے لئے انہیں ہمہ زندگی حدودِ شرع کا تحفظ اور اس کا دفاع کرنا پڑتا ہے۔ ”ان العلماء ورثة الا نبیاء“ (ترمذی ج۲ص۹۷) کا منصب ملنے کے بعد ” وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ “ (سورۂ مائدہ آیت۵۴) کے افتخار کے ساتھ وہ یہ فرائض منصبی ادا کرتے ہیں اس آفاقی دین اور ہمہ گیر شرائع کا خلاصہ دو اساسی مرحلوں میں سامنے آتا ہے عقیدہ کے لئے توحید جس کے لئے ہر قسم کی شرک کی نفی کرنی پڑتی ہے اور سنت جس کے لئے رسوم فاسدہ اور بدعات ومحدثات کا رد کرنا پڑتا ہے یہی وہ دو کٹھن میادین ہیں جن میں آکر اہلیان حق اور اہلیان باطل کا فرق واضح ہو جاتا ہے حضراتِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے جملہ اقدامات چاردانگ عالم میں خواہ وہ جہاد کی شکل میں یا دعوت الی اللہ کی شکل میں ہوں انہی

دوحقیقتوں سے وابستہ رہتے ہیں۔حضراتِ تابعین واتباعہم اور مجتہدین کرام اور محدثین عظام کی تمام کاوشوں کی روح الروح یہی ہے۔ چنانچہ وقت کے اہل باطل جیسے خوارج،معتزلہ،مرجیہ، جہمیہ،قدریہ اور کرامیہ وغیرہ سے وہ انہی مسائل میں نبرد آزما رہے۔ ان کے بعد بھی الی یومنا ھذا علماء اور اولیاء تحفظ دین کے لئے انہی اصولِ اسلام پر کاربند رہے۔ چنانچہ جہاں عقائد واعمال کے باب میں انہیں محسوس ہوا کہ اس عمل کے ارتکاب سے کسی درجہ میں بھی کوئی بدعت پیدا ہوسکتی ہے تو انہوں نے اسے روکنے کی کوشش فرمائی چنانچہ شیخ الصحابہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ صلوۃ الضحیٰ کو بدعت فرماتے تھے اور اس سے منع فرماتے تھے ملاحظہ ہو

"فاذا عبد الله بن عمر رضی الله عنه جالس الی حجرة عائشه رضی الله عنها واذا ناس یصلون فی المسجد صلوة الضحیٰ قال فسألناه عن صلوتهم فقال بدعة (بخاری ج ۱ ص ۲۳۸)

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں اور عروہ مسجد میں داخل ہوئے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر کی طرف بیٹھے ہوئے تھے جبکہ کچھ لوگ مسجد نبوی میں چاشت کی نماز پڑھ رہے تھے ہم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے ان کی اسطرح کی نماز کا پوچھا تو فرمایا یہ بدعت ہے باوجود اس کے کہ صلوۃ الضحیٰ کا ثبوت قولی اور فعلی روایات میں موجود ہے لیکن ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اس اہتمام یا کیفیت خاصہ یا ہیئت فی المسجد وغیرہ **کما ذکرھا المحدثون** کو دیکھ کر سرے سے عمل کو بدعت قرار دیدیا۔ معلوم ہوا کہ نفس روایت کا وارد ہونا ہمیشہ کے عمل کیلئے کافی نہیں بلکہ ہیئات اور کیفیات محدثہ کی وجہ سے بھی منع کیا جاسکتا ہے چنانچہ جامع ترمذی میں ہے کہ عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کو نماز میں زور سے بسم اللہ پڑھنے سے منع فرماتے ہوئے اسے بدعت کہا حالانکہ علماء جانتے ہیں کہ نفس ثبوت روایت میں موجود ہے۔

چنانچہ ملاحظہ ہو۔

عن عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ قال سمعنی ابی و انا فی الصلوۃ اقول بسم اللہ الرحمٰن الرحیم فقال لی ای بنی محدث ایاک والحدث قال ولم اریٰ احداً من اصحاب رسول اللہ ﷺ کان ابغض الیہ الحدث فی الاسلام یعنی منہ (ترمذی ج۱ص۵۷)

چنانچہ فقہاء کرام نے اس سے اصول مستنبط فرمائے ہیں کہ نفس سنت اور استحباب کو بھی اپنی حد میں رکھنے تک وہ سنت یا استحباب وہ عبادت رہے گی۔ جہاں تجاوز ہو یا التزام اور دوام کے نظریات پیدا ہوئے وہ سنت اور مستحب نہیں رہا۔ چنانچہ بعض سورتوں کی قرأت باوجود نمازوں میں مروی ہونے کے، جیسے جمعہ کی نماز میں سورتِ سجدہ اور سورت دھر اور خود نماز جمعہ میں سورتِ غاشیہ اور سورتِ اعلیٰ یا نماز وتر میں سورت اعلیٰ سورت کافرون اور سورت اخلاص پڑھنا روایت میں وارد ہے اور اس کی سنیت مسلمہ ہے مگر بعض خطرات کی وجہ سے فقہاء نے اسے کبھی ترک کرنے کی تاکید فرمائی ہے تاکہ ناواقف لوگ اسے ضروری نہ سمجھیں ملاحظہ ہو

(۱) بدائع الصنائع ج۱ص۲، ۳۷۳،۳۷ (۲) فتح القدیر ج۱ص۲۹۲،۳۹۲

(۳) البحر الرائق ج۱ص۲، ۳۴۳،۳۴ (۴) ردالمحتار ج۱ص۳۶۴، ۳۶۵

بلکہ علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ متعدد کتب فقہ میں وارد ہے کہ بدعت سے بچنے کے لئے سنت کا ترک ضروری ہے۔ (ردّالمحتار ج۱ص۵۰۶،۴۳۱)

بلکہ اس قسم کے مواقع پر ایسے اعمال کا ترک کرنا زیادہ باعث اجر وثواب ہوتا ہے۔ جیسے نفل باجماعت کی کراہت اور بدعت ہونے پر کلام کرتے ہوئے علامہ ابن عابدین لکھتے ہیں

فلو ترک امثال ھذہ الصلوٰت تارک لیعلم الناس انہ لیس من الشعار فحسن (ردالمحتار ج۱ص۴۷۶)

جیسا کہ آگے چل کر اس کی مزید تفصیل آنے والی ہے۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ امام

مالک رحمۃ اللہ علیہ نے شوال کے چھ روزوں کو مکروہ اور بدعت فرمایا ہے اور علماء امت کو تاکید فرمائی ہے کہ عوام کو اس سے منع فرمائیں، جیسا کہ مؤطا میں موجود ہے اور مفصل آرہا ہے اور امام اعظم امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے علی التحقیق ان روزوں کی کراہت مروی ہے جسے ہم مفصل ثابت کررہے ہیں ۔ گومتاخرین حنفیہ میں سے بعض حضرات کا میلان یا ترجیح ان روزوں کے استحباب کی طرف ہے، یہ تأثر کب سے پیدا ہوا؟ اور اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اس قسم کی ابحاث پر ہمارا یہ رسالہ ''احسن المقال'' حق تعالیٰ شانہ کے فضل سے مشتمل ہے۔ مجھے امید ہے کہ اگر حضرات علم نے توجہ اور انصاف سے اسے مطالعہ فرمایا تو انشاء اللہ تعالیٰ وہ اس باب میں اسے بصیرت افروز پائیں گے۔ اس سلسلے میں بعض حضرات کے فتاویٰ اور تحریرات بھی پیش نظر ہیں جس میں ان روزوں کے استحباب کو اصل مذہب ظاہر فرمایا ہے لیکن تحقیق سے واضح ہوا ہے کہ مذہب وہی ہے جو کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے۔ اس باب میں ہمارا ایک اور رسالہ '' **احسن الاعلام بان الفتویٰ مطلقاً علیٰ مذہب الامام** '' انشاء اللہ احسن المقال کے بعد مستقل شائع ہوگا۔ زیر نظر رسالہ میں ہمیں مشائخ کرام کے قول استحباب سے اتفاق نہ ہوسکا، اور حضرت امام صاحب کا قول کراہیت ہم راجح اور مذہبِ حنفی سمجھتے ہیں۔ چنانچہ اس موضوع پر یہ رسالہ ترتیب دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے مجھ عاجز کے لئے اور دیگر متلاشیانِ حق کے لئے راہنما ثابت فرمائے۔

امام اہلسنت محقق العصر ترجمانِ مسلک دیو بند شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا سرفراز خان صاحب صفدر بارک اللہ فی حیاتھم القیمہ نے بوجہ امراض مختلفہ کے باقاعدہ تقریظ تو نہیں لکھی مگر حضرت کی نیک دعائیں جو مؤلف اور تالیف کے لئے فرمائیں اس پر مشتمل تحریر سرمایہ رسالہ ہے۔

ابوالزاہد محمد سرفراز خان صفدر
خطیب مرکزی جامع مسجد گکھڑ ○ شیخ الحدیث مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

باسمہ سبحانہ

من ابی الزاہد

الیٰ حضرت العلام مولانا . . . . صاحب دام مجدہم

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ مزاج سامی!

آپ کا محبت نامہ اور احسن المقال موصول ہوا دونوں کا ایک ساتھ شکریہ

محترم! راقم اثیم ان دنوں کئی بیماریوں کا شکار ہے پرسوں ہی لاہور کے دو بڑے ڈاکٹروں سے چیک اپ کرا کے آیا ہے ان کے ٹسٹ کے مطابق راقم اثیم متعدد خطرناک بیماریوں کا شکار ہے اور اس کے ساتھ آنکھوں میں موتیا بھی اترا ہوا ہے بعض مجبوریوں کی وجہ سے ابھی تک اپریشن نہیں کرا سکا پڑھنا لکھنا بہت مشکل ہے اگر صحت ہوگئی اور آنکھوں کی بینائی بحال ہوگئی تو ان شاء اللہ العزیز آپ کے ارسال کردہ علمی اور تحقیقی رسالہ سے ان شاء اللہ العزیز استفادہ ہوگا

فی الحال معذور ہے راقم اثیم کے لئے خاتمہ علی الایمان کی دعا کریں اور حاضرین کو درجہ بدرجہ سلام مسنون ارشاد فرمائیں

والسلام

ابوالزاہد محمد سرفراز — از گکھڑ

۲۵ ذوالقعدہ ۱۴۱۸ھ
۲۵ مارچ ۱۹۹۸ء

تقریظ

استاد العرب والعجم شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب
شیخ الحدیث والتفسیر بجامعۃ دار العلوم الحقانیہ اکوڑہ خٹک

الحمد للہ و کفیٰ وسلام علی عبا دہ الذین اصطفیٰ اما بعد.......

فقد ثلج صدری وقرّت عینا ی برویة الکتا ب الجد ید الذی الفه العلامة المفتی محمد زر ولی خان المحترم رئیس الجا معه احسن العلوم (کراتشی) وشیخ الحد یث بها وسما ہ "احسن المقال فی صیا م ستة من شوّال" ولا ریب انه کتا ب مبتکر ممتع فی مو ضو ع الصیام لستة من شوال وأنه هِد یة ذهبیة لمکتبات العلو م الا سلا میة وتد ل محتو یا ت هذا الکتاب الا نیق بأ ن المولف المو قر قد بذل جهو دہ المشکو رہ فی تحقیق هذہ المسئلة الها مة وطا لع لها الا ف الصفحات لأمها ت الکتب و المصادر وقد رزقه اللہ تعا لیٰ قوة التحر یروملکة البیان فی المسا ئل الفقهیة فأ فاد وأجا د وأبا ن جمیع الجو انب لهذا المو ضو ع مع مالها وما علیها ووفّٰی حقو ق هذہ المسألة من التو ضیح و التفصیل فجزاہ اللہ احسن ما یجا زی عبا دہ المحسنین و وفقه لما فیه رفعة الاسلا م وهد اية للمسلمین وهو ولی التو فیق و السد ا د وهو المستعان وعلیه التکلان وصلی اللہ تعا لیٰ علی خیر خلقه واشرف رسله وعلیٰ اٰله و اصحا به اجمعین

شیر علی شا ہ

خا دم الطلبه بجامعة دار العلوم الحقا نیه

۲۲ ربیع الاول ۱۴۲۱ھ

تقریظ

شیخ المشائخ شیخ الحدیث حضرت مولانا حسن جان صاحب رحمہ اللہ

الحمدلله والصلوٰة والسلام علىٰ سيدنا رسول الله و مولانا محمد بن عبد الله ، وعلىٰ آله و صحبه ومن والاه وعلىٰ من اختار هديه فى شؤن حياته و هداه

وبعد ، فقد طالعت هذه الرسالة الموجزه" احسن المقال " فى عجلة المستوفز لاخينا فى الله مولانا المفتى محمد زرولى خان المحترم حفظه الله ورعاه وأعجبت بما بذل فيها جهوده المشكورة و حقق الموضوع بغاية من النصفة ، واجال الفكر فى نواحيه و اثبت رأيه مدعما بالادلة المقنعة علىٰ ضوء قواعد الافتاء واقوال الائمة وخاصة الامامين الهمامين ابى حنيفة النعمان و مالک بن انس رضى الله عنهما وقد شاهدت أ نا غلو بعض المتصوفة و بعض اهالى الحرمين الشريفين فى هذه الصيام ، فلله دره وعليه مثوبته واجره وهو موافق المعين.

محمد حسن جان

تقریظ

حضرت مولانا مفتی نظام الدین شامزئی صاحب الشہید رحمۃ اللہ علیہ

اس دور میں علم وتحقیق ناپید ہے اور محقق علماء انتہائی کم ہیں۔

وقد کانو اذا عُدّوا قلیلا

فقد صاروا عز من القلیل

ہمارے یہاں اس دور کے محقق علماء میں سے حضرت مولانا مفتی محمد زرولی خان صاحب بانی ومہتمم وشیخ الحدیث جامعہ عربیہ احسن العلوم ایک محقق عالم ہیں۔ زیر نظر رسالہ میں حضرت مولانا موصوف نے شوال کے چھ روزوں کے استحباب وعدم استحباب کے ایک پہلو پر محققانہ بحث کی ہے یہ مسئلہ اگرچہ ہمارے فقہاء احناف کے ہاں کچھ مختلف فیہ ہے اور دونوں قسم کی عبارتیں ملتی ہیں جن میں سے بعض علماء نے ایک پہلو اور بعض دوسرے حضرات نے دوسرے پہلو کو اختیار کیا ہے۔ حضرت مولانا نے اس موضوع پر فقہ، حدیث، اصول حدیث، اور علم اسماء الرجال کی روشنی میں خوب داد تحقیق دی ہے۔ بندہ اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ مولانا موصوف کی اس خدمت کو قبول فرمائے اور امت کیلئے اس کو باعث ہدایت بنادے آمین۔

نظام الدین شامزئی

۷ ذی الحجہ ۱۴۱۸ ھ

تقریظ

حضرت مولانا قاری مفتاح اللہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ

استاد الحدیث جامعہ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی ۵

الحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ وسلم علیٰ رسولہ الکریم

وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین اما بعد

صیام ستہ شوال کے بارے میں قرون اولیٰ سے اختلاف چلا آرہا ہے۔صحیح البخاری کے علاوہ دیگر کتب حدیث میں اس کی روایات وارد ہیں جب کہ حضرت امام مالکؒ جو مالک الرجال والاسانید کہلاتے ہیں انہوں نے مؤطا میں اس کا صاف اورصریح انکار فرمایا ہے ہمارے امام اعظم حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہسے بھی محققین نے کراہت نقل فرمائی ہے۔ جیسا کہ البحر الرائق ، جامع الرموز ، فتاوی تا تارخانیہ،فتاوی ھندیہ وغیرہ میں ہے بلکہ محقق ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ نے صوم شک کوتو مکروہ روزوں میں سے شمار کر کے مفصل کلام فرمایا ہے خود انھی کتابوں میں بعض مشائخ متاخرین سے استحباب مروی ہے جس پر ہمارے زمانے میں جا بجا عمل ہورہا ہے۔ضرورت تھی کہ اس پر سیر حاصل کلام ہوجاتا تا کہ قول فیصل اور درست نہج کی تعین ہوجاتی چنانچہ ہمارے محترم مولانا محمد زرولی خان صاحب شیخ الحدیث والتفسیر جامعہ عربیہ احسن العلوم نے اس موضوع پر احسن المقال لکھ کر اس قسم کے ابحاث کونہایہ تک پہنچانے کی سعی بلیغ فرمائی ہے۔ماشاءاللہ رسالہ خوب ہے ادلہ اور براھین سے مزین ہے۔

کاالشمس فی کبدالسماء وضوئها   یغشی البلاد مشارقا و مغاربا
کا لبدر فی وسط السماء ونورها   یهدی الی عینیک نورا ثاقبا

مولانا صاحب نے ایک طرف تو روایات پر سنداًمتناً کلام کیا اور یہ ثابت کیا کہ حضرت امام مالک اورامام اعظم رحمۃ اللہ علیہما کا اختلاف برھان ساطع اور دلیل قطعی پر مبنی تھا۔ دوسری طرف استحباب کے قائلین جو کہ بقول سیّد احمد طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ بعض متاخرین ہیں اس کی تنقیح فرمائی اور فقہ اورافتاء کے وہ زرّین اصول نقل کیے ہیں جن سے بڑی متانت کے ساتھ یہ فضاء صاف اور ساز گار ہوئی کہ اصل مذہب اور قوی بات وہی ہے جو امامان کبیران امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے علماء کرام کو اس سلسلے میں حضرت مولانا مفتی صاحب مدظلہ کا شکروامتنان بجالانا چاہئے۔ کہ انہوں نے اس موضوع پر خاطر خواہ فقہی اور حدیثی موادقوی مواطن سے جمع فرمایا ہے علم وانصاف کے میزان میں یہ بات کم ازکم اہل حق کی شان سے مستبعد ہوگی کہ کسی ایک پہلو پر صرف اس لئے اصرار کیا جائے کہ کچھ عرصے سے ہمارے یہاں اس کے فضائل پر عمل ہونے لگا ہے۔

''احسن المقال'' کے اہداف خود اس کے اراء صیحہ اور مقاصد شریفہ کے لئے کافی ہیں مثلاً (۱) روایات پر سنداً ومتناً مُشبع اور مُقنع کلام (۲) حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے کراہت کا ثبوت اور اس سلسلے میں مضبوط مراجع سے استفادہ اور تنقیح (۳) حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے مؤطا کی عبارت کی تائید اور توضیح جو کہ رسالہ کے دیکھنے سے واضح ہے چنانچہ فائدہ بعد الوقوع کے طور پر ان متصوفہ یا بعض حضرات کے اس بارے میں تشدد اور اصرار والتزام کا خاطر خواہ رد یا ان اقدامات کی حدود شرعیہ کے اندر رہتے ہوئے اصلاح عظیم مداوا سامنے آچکا ہے اس بارے میں اپنے ہی بعض حضرات کی طرف سے فتویٰ کی شکل میں جو تحریرات سامنے آئی ہیں حضرت مفتی صاحب موصوف نے ان کا علمی جائزہ لیا ہے اور ان سے اس سلسلے

میں سنگین نوعیت کی فروگذاشتوں کو بڑی قوت اور متانت کے ساتھ واضح فرمایا ہے۔مثلاً پہلا فتویٰ جو اس سلسلے میں آیا ہے اس میں حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے قول کراہت نقل کرنے سے پہلوتہی برتی گئی ہے جو کہ علم و دیانت کے شایانِ شان نہیں ہے اور پھر ایک مقلد اپنے مجتہد کے ساتھ ایسا روش برتے! حضرت مفتی صاحب نے اس پر بجا طور پر ناراضگی ظاہر فرمائی ہے اسی طرح دوسرا فتویٰ جو صادر ہوا ہے اس میں طحطاوی علی الدّر، ج ۱ص ۲۷۰ سے قال الحلوانی رحمۃ اللہ علیہ سے عبارت نقل کی گئی ہے جو استحباب کے لئے مفید تھی مگر علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''قال الکوھستانی'' رحمۃ اللہ علیہ سے درمختار کی عبارت کی جو تصحیح فرمائی وہ نظر انداز کیا گیا ہے۔ نیز ختم بحث پر علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ عبارت کہ

''اذا عرفت ھذا فما فی المتن قول بعض المتاخرین''

بھی نظر انداز کی گئی ہے اس قسم کی فروگذاشتوں پر تنبیہ کے لئے ''احسن المقال'' انشاء اللہ تعالیٰ قول فیصل ثابت ہوگا۔ علاوہ ازیں علامہ ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ نے ردّالمحتار میں جو تحقیق علامہ قاسم ابن قطلو بغا رحمۃ اللہ علیہ مرحوم کی نقل فرمائی ہے احسن المقال میں اسے جمہور فقہاء کے مقابلہ میں تفرد ثابت کیا گیا ہے۔

اور بھی بیش بہا علمی مباحث ہیں جو ان شاء اللہ تعالیٰ اس مسئلے کی تحقیق میں خاصے مفید ثابت ہوں گے میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ حضرت موئف مدظلہ کو جزائے خیر عطا فرمائے اور طالبانِ حق کو ''احسن المقال'' سے احسن ثمرات اٹھانے کی توفیق عطاء فرمائے

وصلی اللہ تعالیٰ علٰی خیر خلقہ محمد واٰلہ واصحابہ اجمعین

وانا احقر الناس قاری مفتاح اللہ

۲۷ ذیقعدہ ۱۴۱۸ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

صحیح مسلم اور دیگر کتب صحاح اور حسان میں شوال کے چھ روزے مروی ہیں، جن کا ثواب کہیں عمر بھر (صیام الدھر) اور کہیں سال بھر کا ثواب مذکور ہے، کما فی سنن ابن ماجہ اور یہ احادیث سنداً اور متناً متکلم فیہ ہیں جیسا کہ آگے چل کر ان شاء اللہ تعالیٰ ہم اس کا مفصل جائزہ پیش کریں گے۔ امامانِ جلیلان امام اہل مدینہ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے مؤطا میں صراحتاً ان روزوں کا انکار اور اس کے ارتکاب کو بدعت فرمانا منقول ہے۔ اسی طرح الامام الاعظم امام ھذہ الامۃ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے بھی معتبر کتبِ فتاویٰ اور مذہب کی معتبر کتب میں کراہت منقول ہے جس کا تفصیلی جائزہ ہم ان سطور میں ان شاء اللہ پیش کریں گے بعض حضرات روایت کو اصح فی الباب اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے انکار یا قول بالکراہیت کو غیر مختار اور ناپسندیدہ کہتے ہیں جو کہ عقلاً اور نقلاً درست نہیں۔ اس سلسلے میں ہمارے دارالافتاء کا ایک مختصر اور انتہائی بامعنیٰ فتویٰ شائع ہوا ہے جس کے جواب میں قرب وجوار کی بعض تحریرات دیکھنے میں آئیں ان تحریرات کو دیکھنے سے تین باتیں سمجھ میں آئیں

(۱) پہلی بات یہ کہ حدیث کے صحیح یا ضعیف کی ضروری اور اہم بحث سے عمداً پہلوتہی برتی گئی ہے جو اس مسئلہ کی اصل اساس ہے۔

(۲) امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا انکار اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول بالکراہیت ساقط نقول اور معدوم کتب کے ذریعے رد کیا گیا ہے، جو کہ آداب علم کے منافی ہے۔

(۳) ثالثاً ہمیں یہ الزام دیا گیا کہ ہم نے بعض عبارتیں بناء بر دیانت پوری نقل نہیں کیں جبکہ بفضل اللہ تعالیٰ ہمارے فتوے میں تمام تحریر بقید صفحہ وسطر موافق ومخالف اقوال دونوں موجود ہیں۔ اور جوابی تحریر حدیث اور فتاویٰ دونوں میں اصل مذہب جس کا بیان اور بعدہ اس پر عمل

واجب ہوتا ہے اسکو نظر انداز کیا گیا ہے۔ مثلاً حدیث ابن ماجہ نقل کئے بغیر صوم الدھر کا ترجمہ سال بھر سے کیا گیا ہے۔ **فیا لضیعة العلم و التحقیق** اور بار بار روایت ابی ایوب رضی اللہ عنہ کو صحیح گردانا گیا ہے۔ جبکہ خود امام ترمذیؒ نے اس کو صحیح کے بجائے صرف حسن درجے کا تسلیم کیا ہے، پھر فقہی و حدیثی جواب دینا تو ان کا شرعی اور علمی حق تھا مگر تحریر میں اضطراب فی الحدیث اور بیان ضعفِ سند اور نقل مذاہب میں اس حقیقت کو نظر انداز کیا گیا کہ خود قرونِ اولیٰ میں اجلہ آئمہ اس قسم کی احادیث یا اس قسم کے صیام ستہ شوال کے سرے سے وجود ہی کے قائل نہیں ہیں۔ زیر نظر تحریر میں ہم ان شاء اللہ تعالیٰ اس کا مفصل اور مدلل جائزہ لے رہے ہیں۔

واللہ الموفق لکل خیر و سعادة

المبحث فی احادیث صیام ستة شوال

صحیح مسلم کی روایت جس میں مذکور ہے "من صام رمضان ثم اتبعه ستاً من شوال کان کصیام الدھر" یہ روایت چونکہ سعد بن سعید بن قیس سے ہے اور وہ متکلم فیہ۔ دیکھئے

لان فیه سعد ابن سعید و فیه مقال

(المنهل العذب المورود لشرح سنن ابی داؤد ج ۱۰ ص ۱۹۱)

اسی طرح مسند احمد، مسند بزار اور طبرانی کی روایت میں عمر بن ثابت ہے اور وہ ضعیف ہے اسی طرح حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت اس میں بھی "وفیه من لم یعرفه" کا کلام موجود ہے ابن عباس اور جابر رضی اللہ عنہما کی روایت میں یحیی بن سعید مازنی متروک ہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت طبرانی الاوسط میں ہے جس میں مسلمہ بن علی الخوشنی ہے اور وہ ضعیف ہے۔ بعض اسانید میں عبدالرحمٰن بن غنّام ہے جو کہ مجہول ہے۔

(مجمع الزوائد ج۳ ص ۱۸۶، ۱۸۷)

سعد بن سعید وہ صوم ستہ شوال کے مدار ہیں، اور وہ ضعیف اور متکلم فیہ ہیں چنانچہ علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں

ضعفه احمد ابن حنبل وقال النسائی لیس بالقوی آگے لکھتے ہیں **وقال اخرج له مسلم من حدیث یحی ابن سعید الاموی عن سعد عن عمر ابن ثابت عن ابی ایوب حدیث صوم ست من شوال و مدار الحدیث علیه** (میزان الاعتدال فی نقد الرجال ج ۲ ص ۱۲۰)

ستہ شوال کے راوی جو مدار ہیں اس پر مزید کلام ملاحظہ ہو عبدالرحمٰن بن ابی حاتم کہتے ہیں کہ میں نے والد سے سنا کہ وہ فرماتے ہیں" کہ سعد ابن سعید کی یاداشت نہیں تھی اور جو سنتا تھا آگے بڑھاتا تھا۔ ابن حبان نے بھی کتاب الثقات میں اس کو خطائیں کرنے والا لکھا ہے۔

(تہذیب الکمال فی اسماء الرجال ج ۱۰ ص ۲۶۴)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ بھی ان پر مفصل کلام کرچکے ہیں ۔

(تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۴۷۰)

صحیح مسلم میں یا دیگر معتبر کتب میں متکلم فیہ راوی کا آنا تعجب انگیز نہیں ہے، چنانچہ تدریب میں ہے کہ

قال الحاکم و کتاب مسلم "ملآن من الشیعه" (ج ۱ ص ۳۲۵)

چونکہ بعض چیزیں خالص علماء کرام کے لئے اطلاعاً ذکر کی جاتی ہیں اس لئے ترجمہ کی ضرورت نہیں ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی مدار الحدیث سعد بن سعید پر کلام کیا ہے چنانچہ ملاحظہ ہو

"وسعد بن سعید هو اخو یحیی بن سعید الانصاری وقد تکلم بعض اهل الحدیث فی سعد بن سعید من قبل حفظه

(جامع ترمذی ج ۱ ص ۱۵۹ باب ماجاء فی صیام ستۃ ایام من شوال)

امام ابوجعفر طحاوی رحمہ اللہ نے بھی سعد ابن سعید کی وجہ سے صحت حدیث کا انکار کیا ہے اور فرمایا کہ محدثین بھی اس کی وجہ سے اس روایت سے اعراض کر چکے ہیں۔

قال ابو جعفر فکا ن ھذا الحد یث مما لم یکن با لقوی فی قلو بنا من سعد بن سعید مثلہ فی الر وایۃعند اھل الحد یث ومن رغبتھم عنہ

(شرح مشکل الآثار ج۳ص۱۱۷)

آگے فرق کے بارے میں امام ابوجعفر طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے کچھ اظہار رائے فرمایا ہے مگران تمام روایات میں یا تو عمر بن ثابت ہے جسے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے منکر اور غیر ثقہ اور نا قابل اعتماد کہا ہے جیسا کہ استذ کار کے حوالے سے آنے والا ہے یا ابن لھیہ ہے جس کے بارے میں محدثین فرماتے ہیں۔

''احادیث ابن لھیعہ لیست بنقیہ فکن عنھا علیٰ تقیہ''

(۱) متعلقات مقدمۂ صحیح مسلم (۲) جامع ترمذی ج۱ص۸

(۳) معارف السنن ج۱ص۹۲

یعنی ابن لھیعہ کی احادیث درست نہیں ہیں ان سے پرہیز ضروری ہے۔ واضح رہے کہ صیام الدھر کی صحیح اور صریح روایت میں ممانعت آئی ہے چنانچہ صحیح حدیث میں ہے کہ

لا صیام من صام الابد لا صیام من صام الابدلاصیام من صام الا بد

(صحیح مسلم ج۱ص۳۶۶)

واضح رہے کہ ثواب کے لئے ہمیشہ ایسے اعمال اور اجور ذکر کئے جاتے ہیں جو شرعاً محمود ہوں جیسے جامع ترمذی میں ہے کہ جس نے فجر کی نماز جماعت سے پڑھی پھر بیٹھ کر ذکر کرتا رہا یہاں تک کہ سورج نکلا اور اس نے دو رکعات پڑھیں تو اس کو حج اور عمرہ کا ثواب ملیگا۔ حج اور عمرہ باعث اجر افعال ہیں۔ اس لئے وہ ثواب میں ذکر کئے گئے۔ یا دوسری روایت جو

معروف عند اصحاب السنن ہیں کمافی البخاری کہ سورۂ اخلاص تین مرتبہ پڑھنے سے ایک قرآن کا ثواب ملتا ہے۔ تو چونکہ قرآن کریم پورا کرنا باعث اجر عظیم ہے اس لئے بطور ثواب ذکر کیا گیا۔ صوم الدھر سے صحیح اور صریح روایت میں منع کیا گیا ہے تو اس کے ساتھ تشبیہ بھی محل نظر ہے۔ چنانچہ بعض محدثین نے اس نقطہ کو اٹھایا ہے۔

''فلا دليل فى هذا الحديث علىٰ فضيلتها لان النبى صلىٰ الله عليه وسلم شبه صيامها بصيام الدهر وهو مكروه ''

(۱) المغنی لابن قدامہ ج ۳ ص ۱۱۲ (۲) مرقاۃ ج ۴ ص ۵۴۴

(۳) رسائل الارکان ص ۲۲۶

اگر چہ محدثین نے اس اشکال کو پسند نہیں کیا۔

امام الاولیاء والمحدثین عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ صیام ستہ شوال پر کلام کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ستہ شوال کو صوم الدہر کا ثواب سمجھنا خالص تشدد ہے جبکہ حدیث معلول اور ضعیف ہے " انه لم يصح عنده " امام مالک کے نزدیک یہ صحیح نہیں تھی۔ چنانچہ

''ان ترك تلك السنة اولىٰ من فعلها لضعف حديثها مع خوف وقوع الناس فى اعتقاد فرضيتها ولو علىٰ طول سنين نظيرما وقع لنصارىٰ فى زيادة صومه'' (المیزان الکبریٰ ج ۲ ص ۲۷)

ابن رشد فرماتے ہیں کہ

لم يصح عنده وهو الاظهر

کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ستہ شوال کی حدیث صحیح نہیں تھی اور یہ بالکل واضح ہے

(بدایۃ المجتہد ج ۱ ص ۲۲۵)

ابوبکر ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ شرح ترمذی میں رقم طراز ہیں:

وصلة الصوم بأيام شوال مكروهة جدا لان الناس قد صاروا يقولون شيع رمضان و كما لا يتقدم له لا يشيع ومن صام رمضان و ستة ايام من ايام الفطر له صوم الدهر قطعا با لقرآن (من جاء بالحسنة فله عشر امثالها) شهر بعشر و ستة ايام بشهرين فهذا صوم الدهر كان من شوال او غيره و ربما كان من غيره افضل او من اوسط افضل من اوله وهذا بين هو احوىٰ للشريعة و اذهب للبدعة ورای ابن المبارک و الشافعی انها فی اول الشهر و لست اراه ولو علمت من يصومها اول الشهر وملكت الامر أدبته و شردت به لان اهل الكتاب بمثل هذه الفعلة و امثلها غيروا دينهم وأبدوا رهبانيتهم

(عارضۃ الاحوذی بشرح صحیح ترمذی لامام حافظ ابن العربی المالکی ج ۳ ص ۲۹۳)

رمضان شریف کے فوراً بعد شوال کے روزے رکھنا سخت مکروہ ہے چونکہ لوگ کہتے ہیں کہ رمضان کو چھوڑنے کے لئے روزے رکھو۔ اور جیسا رمضان کے شروع میں شعبان کے اخیر میں روزہ رکھنا منع ہے اسی طرح رمضان ختم ہونے کے بعد۔ اور جو رمضان کے روزے رکھے تو وہ بھی منع ہے۔ اور چھ ایام الفطر کے بعد رکھے اس کو قطعاً عمر بھر روزوں کا ثواب ملتا ہے۔ کیونکہ ایک نیکی کا بدلہ دس گنا دیا جاتا ہے مزید لکھتے ہیں کہ یہ ضروری نہیں کہ یہ شوال میں ہی رکھے جائیں بلکہ شوال کے بعد رکھنا بہتر ہے یا اول کے بجائے اوسط میں رکھے جائیں اور یہ بالکل واضح ہے اور اس میں شریعت کی حفاظت ہے اور بدعات ختم کرنے کا طریقہ ہے۔ امام ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعیرحمۃ اللہ علیہ اوّل شہر سے رکھنے کے قائل ہیں مگر میں ایسا نہیں کہتا اور اگر مجھے پتہ چلا کہ شروع شوال سے کوئی یہ روزہ رکھتا ہے اور مجھے اختیار ہو تو میں ان کو عبرت ناک سزا دے دیتا ایسا کہ دوسروں کے لئے نمونہ عبرت بن جاتا کیونکہ اہل کتاب نے

ان جیسے افعال سے اپنے دین کو بدلا تھا اور ہمیشہ کے لئے بے دینی ڈالی تھی غور فرمایا جائے کہ امام ابوبکر ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ ان روزوں کو دین کے لئے خطرہ اور بدعات کا پیش خیمہ اور باعث تادیب سمجھتے تھے کیا کسی مستحب سے جب اتنے خطرات پیدا ہوں تو خطرات کے ٹالنے کے لئے اور بدعات کے ابواب بند کرنے کے لئے اس سے امت کو بچانا ضروری ہے؟ یا اس کی نشر و اشاعت اور مساجد میں سطحی فضائل اور اپنے امام کے اقوال سے ہٹ کر کسی مذہب کی ترویج کی جائے؟ فالی اللہ المشتکیٰ

مؤطا امام مالکؒ اور استذ کار بابت ستہ شوّال

قال یحییٰ سمعت مالکا یقول فی صیام ستة ایام بعد الفطر من رمضان انه لم یر احداً من اهل العلم والفقه یصومها ولم یبلغنی ذلک عن احد من السلف وان اهل العلم یکرهون ذلک ویخافون بدعته وان یلحق برمضان ما لیس منه اهل الجهالة والجفاء لو رأوا فی ذلک رخصة عن اهل العلم ورأوهم یعملون ذلک (مؤطا امام مالکؒ ص۲۵۶)

اولاً علامہ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے انکار عن صیام ستہ شوال پر کلام کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حدیث انفرد به عمر بن ثابت۔ یعنی یہ عمر بن ثابت کا تفرد ہے۔

ثانیاً یہ بعض طرق میں بجائے مرفوع کے موقوف ہے۔

ثالثاً علامہ بن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ کی تمام تحقیق کا حاصل یہ ہے کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے احادیث اور فضائل کا انکار نہیں فرمایا ہے بلکہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے انکار کی وجہ جہل وہٹ دھرم لوگوں کا غلو ہے کہ کہیں اس کے ساتھ فرائض رمضان کا برتاؤ نہ کریں۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو یہ روایت یقیناً معلوم تھی البتہ یہ ان کے یہاں قابل اعتبار نہ تھی بوجہ عمر بن

ثابت کے علامہ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ کی پوری عبارت ملاحظہ ہو۔

ومالک ؒ لا یجهل شیئا من هذا ولم یکره من ذالک الا ما خافه علی اهل الجهالة والجفاء اذا استمر ذالک ،وخشی ان یعدوه من فرائض الصیام مضافا الی رمضان ،وما اظن مالکا جهل الحدیث والله اعلم لانه حدیث مدنی انفرد به عمر بن ثابت ،وقد قیل انه روی عنه مالک ولو لا علمه به ما انکره واظن الشیخ عمر بن ثابت لم یکن عنده ممن یعتمد علیه .وقد ترک مالک الاحتجاج ببعض ما رواه عن بعض شیوخه اذا لم یثق بحفظه ببعض ما رواه (الاستذکار ج۱۰ص۲۵۹)

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی تصریح کے مطابق یہ اندیشہ ہے کہ ناواقف لوگ اس کو ضروری سمجھیں لہذا یہ بدعت اور واجب الترک عمل ہے بعض لوگوں کا یہ خیال کہ عید الفطر کے بعد یہ خدشہ جاتا رہا نا قابل فہم ہے۔ کیونکہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ تو تصریح فرماتے ہیں کہ ''بعد الفطر'' یعنی یوم الفطر کے بعد بھی اس کو ضروری سمجھیں تو یہ بدعت اور نا جائز ہے۔ محقق ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ نے فتح القدیر میں یہی لکھا ہے

''**وجه الکراهة انه قد یفضی الیٰ اعتقاد لزومها من العوام لکثرت المداومة**'' یعنی ان روزوں کا ہمیشہ اہتمام عوام کی طرف سے لزوم کا اعتقاد ہے اور اس وجہ سے یہ مکروہ ہیں مزید لکھتے ہیں کہ ہم نے بعض لوگوں سے سنا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ہماری عید عید الفطر نہیں ہے بلکہ ہماری عید بعد میں ہوگی (یعنی چھ روزے رکھنے کے بعد)

(فتح القدیر ج۲ص۲۷۲)

مشہور زمانہ محقق فقیہ اور مفسر اور نحریر محدث فرید عبدالعزیز الجندی امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کے فوائد میں لکھتے ہیں۔

وقـد وقـع مـا خـا فـه حتـى أنـه كـا ن فـى بعض بلاد خر اسانيقو مو ن
لسحورها علىٰ عا دتهم فى رمضان

یعنی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا ستہ شوال کے عمل میں خوف بجا تھا چنانچہ خراسان کے بعض علاقوں میں لوگ رمضان شریف کی طرح اس کے لئے سحری کا اہتمام کرتے ہیں۔

(جامع الاحکام لامام القرطبی من تفسیرہ، ج ا ص ۳۲۸، ۳۲۷)

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا متفق ہونا بہت وقیع بات ہے

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا کسی مسئلہ پر متفق ہونا اہل علم کے ہاں بہت بڑی سند اور حجت ہوتی ہے یہاں تک کہ بڑے بڑے آئمہ اور مجتہدین کے اقوال ان کے مقابلے میں نا قابل قبول ہو جاتے ہیں کیونکہ یہ دو علم دین کے سمندر ہیں امام ابوحنیفہؒ اہل مشرق کے لئے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اہل مغرب کے لئے لہٰذا ان کے سامنے دوسرے مشائخ اور ان کے اقوال کی کوئی حیثیت نہیں

انما کا نابحرین أبو حنیفة لاهل المشرق وما لک لأ هل المغرب أفنتر
کها ونشتغل با لسا قية (الجامع الاحکام القرآن للقرطبی۔ج ۲۱ ص ۳۴)

صیام ستہ شوال اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

☆ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے کتب فقہ اور فتاوی معتبرہ میں ستہ شوال کی کراہت متواتر منقول ہے۔ چنانچہ جامع الرموز میں ایام منہی عنہا میں سے منها ست شوال فان الصوم فيهـا يكـر ه مـطلقاً عنده آگے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ امام حسن رحمۃ اللہ علیہ مشائخ متا

خرین اور علامہ حلوانی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کے اقوال موجود ہیں لیکن مذہب، قولِ امام ہوتا ہے (کما فی النہر، جامع الرموز ج ۱ ص ۳۷۲)

☆ ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ومنہ ایضاً صوم ستة من شوال عند ابی حنیفةؒ متفرقاً کان او متتابعاً (البحر الرائق، ج ۲ ص ۴۵۱ مکتبہ رشیدیہ)

☆ ہندیہ میں ہے "ویکرہ صوم ستة من شوال عند ابی حنیفةؒ متفرقاً کان او متتابعاً" (فتاویٰ عالمگیری۔ ج ۱ ص ۲۰۱)

☆ واما صوم الستة بعد الفطر متتابعة منهم من یکرہ ذلک

(قاضی خان علی الہندیہ، ج ۱ ص ۲۰۶)

☆ الافصاح میں بھی وزیر ابن ہبیرہ نے لکھا ہے کہ

امام ابو حنیفةؒ ومالکؒ فی قولهما یکرہ ذلک ولا یستحب

(الافصاح، ج ۱ ص ۲۵۲)

☆ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا قول مطلقاً کراہت کا لکھا ہے

"وکرہ ابو حنیفةؒ متفرقاً کان او متتابعاً"

(المسویٰ شرح المؤطا ص ۳۰۸)

☆ فتاویٰ تاتارخانیہ میں بھی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول مطلقاً کراہت کا منقول ہے۔

صوم ست من شوال مکروہ عند ابی حنیفة متفرقاً کان او متتابعاً

(فتاویٰ تاتارخانیہ ج ۲ ص ۳۸۸)

☆ تاتارخانیہ میں یہ بھی ہے کہ ومن المشائخ من قال ینبغی للعالم ان یصوم سراً و ینهیٰ الجهال عنه (ج ۲ ص ۳۸۸)

☆ محقق ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق: صوم ستة من شوال عن ابی حنیفة و ابی یوسف کراهة و عامة المشائخ لم یروا به بأساً و اختلفوا فقیل الافضل

وصلها بيوم الفطر وقيل بل تفريقها فی الشهر وجه الجواز انه قد وقع الفصل بيوم الفطر فلم يلزم التشبه باهل الكتاب وجه كراهة انه قد يفضیٰ الیٰ اعتقاد لزومها من العوام لكثرة المداومة ولذا سمعنا من يقول يوم الفطر نحن الیٰ الآن لم يأت عيد نا او نحوه فاما عند الامن من ذالک فلا بأس لورود الحديث به (فتح القدیر مع الکفایہ ج۲ص۲۷۱)

☆امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح صحیح مسلم میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب مطلقاً کراہت کا نقل کیا ہے(شرح صحیح مسلم ج۱ ص۳۶۹)

چنانچہ امام نووی نے مجموع شرح مہذب میں بھی یہی لکھا ہے

وقال مالک و ابو حنيفة يكره صومها (المجموع شرح مہذب ج۲ص۳۷۹)

☆ تبیین کے حواشی میں منقول ہے صوم سته من شوال عن ابی حنيفهؒ و ابی يوسفؒ كراهة و عامة المشائخ لم يروا به بأساً (تبیین الحقائق ج۱ص۳۳۲)

☆ **المبحث فی كلمة لابأس : لا بأس (الخ) والمشهور فی هذه العبارة كونه لما خلافه اولیٰ** (فتح القدیر ج۱ص۳۸۴)

فلا بأس به و اولیٰ الا يفعل (حلبی کبیر شرح منیہ ص۶۱۲)

واضح رہے کہ کلمۃ لابأس کا اصل وضع خلافِ اولیٰ کے لئے ہے کیونکہ خود علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے تصریح کی ہے کہ ’’لأن البأس شدةٌ‘‘ فقہاء کرام کے یہاں بھی کلمہ لابأس خلافِ اولیٰ کے لئے آیا ہے۔ مواطنِ استحباب کیلئے احیاناً اس کا استعمال علامہ ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ کا تفرد ہے جیسا کہ حضراتِ علم جانتے ہیں ۔

صرف روایات میں آنا عمل کے لئے کافی نہیں ہے جب تک فقہاء کرام نے اس پر عمل نہ فرمایا ہو

چنانچہ محقق ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

لم یعرف احدمن الفقهاء قا له (فتح القدیر ج ا ص ۳۸۴)

حالانکہ ذکر بالجہر یا تکبیر ''**بر فع الصوت بعد الفر ا غ من الجما عة**'' صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں مروی ہے مگر فقہاء کرام کے قبول نہ کرنے کی وجہ سے یہ عمل ترک کرنے کے لائق ہے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ جیسے جلیل القدر آئمہ فقہ و حدیث نے جب ستہ شوال کے روزوں کو منع یا مکروہ فرمایا ہے تو جواز عمل یا اولیت عمل برقرار نہ رہ سکی جوابی تحریر میں اس کو بڑے شد و مد سے لکھا ہے کہ مشائخ یا حضرات متاخرین ہمارے بعض اکابر جیسے صاحب اعلاء السنن یا صاحب معارف السنن، اصح یا استحباب کا قول کر چکے ہیں۔ تو اس کے کئی جوابات ہیں۔ اوّلاً امام ابوحنیفہؒ سے نقل کراہت تقریباً متواتر ہے۔

جبکہ مشائخ : اوّلاً امام کے مقلد ہیں اور مجتہد کا قول مقلد کے لئے چھوڑنا قلب موضوع اور **خروج عن المذهب** کے مترادف ہے۔

ثانیاً حضرات مشائخ نامعلوم ہیں کہ امام کے قول سے انحراف کب اور کس دلیل سے روا رکھا گیا۔

ثالثاً مشائخ نے بھی کہیں تو متفرقاً اور کہیں **فی کل اسبو ع** کا جواز پیش کیا ہے جبکہ یہ نہ تو حدیث مذکور سے مستفاد ہے اور نہ امام مذہب سے اس کا کوئی اشارہ ملتا ہے۔

رابعاً یہ تاثر ظاہر بعض روایات مشائخ سے پیدا ہو چکا ہوگا اور چونکہ روایات متکلم فیہ ہیں اس لئے مشائخ کا قول بظاہر غیر محقق اور غیر مصحح ہے۔

خامساً یہ قاسم ابن قطلو بغہ رحمۃ اللہ علیہ کا رسالہ تحریر الاقوال نادر الوجود ہے اور علامہ

شامی رحمۃ اللہ علیہ خود تشریح کر چکے ہیں کہ نادر الوجود کتب کا حوالہ نہیں دیا جائے گا۔

(ردالمحتار ج۴ ص۳۰۶)

سادساً جب اکثر بلکہ جمہور فقہائے حنفیہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے مطلقاً کراہت نقل کر چکے ہیں جیسا کہ حوالہ جات بالا سے معلوم ہوا تو صرف تحریر الاقوال کے پیش نظر مقتدر فقہاء جن میں سے بیشتر قاسم ابن قطلو بغا رحمۃ اللہ علیہ سے متقدم ہیں ان کو ترک کرنا خلاف ضابطہ فقہ ہے۔

سابعاً امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے بھی مطلقاً ستہ شوال کا انکار فرمایا ہے اور علماء کو تاکید کی ہے کہ وہ بھی اس سے منع فرمائیں اور یہ روزہ رکھنا بدعت گردانا ہے تو اتنی تحقیق جلیل القدر امام سے موطا جیسی معتبر کتاب میں منقول صرف تحریر الاقوال کی وجہ سے نظر کرنا علماء ربانیین کی شان نہیں ہے۔

ثامناً جو روایت قرنِ اوّل میں غیر معروف اور غیر معمول بہ ہو جیسا کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے صنیع اور صراحت سے معلوم ہوا۔ بعد میں اس پر ترک عمل بہتر ہے یہ کہنا قواعد علم کے خلاف ہے کہ موطا اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے ہم مقلد نہیں ہیں اولاً یہ دین کا مسئلہ ہے اور ثانیاً ہمارے امام سے بھی کراہت منقول ہے۔

تاسعاً وجوہ کراہت مصرح ہیں جبکہ نصاریٰ اور یہود نے اس طرح دین میں اضافہ کیا تھا اور اس کے اقدام سے عوام ثواب کی نیت سے بدعت کر سکتے ہیں ''**کما ظهر عن المؤطا**'' اس لئے ایک مستحب کے بہانے کہیں بدعت جیسی وعید و سزا کا ارتکاب نہ ہو سکے۔

عاشراً فقہاء اربعہ کا اتفاق ہے کہ اگر ایک امر بدعت اور سنت کے درمیان دائر ہو جائے تو ترک اولیٰ ہے کیونکہ کسی مستحب یا سنت کا انجام دینا فرض اور واجب نہیں ہے جبکہ بدعت سے اجتناب فرض ہے ملک العلماء علاؤ الدین کاسانی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق کی تصریح ملاحظہ ہو۔

والفعل اذا تردد بين السنة والبدعة تغلب جهة البدعة لان الامتناع عن البدعة فرض ولا فريضة فی تحصيل السنة أو الواجب

(بدائع الصنائع ج۱ص۲۰۴، جامع الرموز، ج۱ص۲۷۵)

اہل علم کو ٹھنڈے دل سے اس پر غور کرنا چاہیے کہ جب امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ستہ شوال کو بدعت قرار دے رہے ہیں اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے نقول صحیحہ کے ساتھ کراہت منقول ہے تو آخر اس مستحب کا کیا درجہ رہ گیا؟ قرونِ اولیٰ میں دین کے سب سے بڑے آئمہ جس عمل کو ناپسند فرمائیں بعد میں آنے والے اگر اسے مستحب سمجھ کر کریں تو وہ اس عمل میں کیا نیکی کمائیں گے۔ ملا علی قاریؒ نے ایسے موقع پر ایک قاعدہ لکھا ہے کہ

فيه اشارة الیٰ ان کل سنة تکون شعار اهل البدعة ترکها اولی

(مرقات ج۴ص۴۴۵ مکتبہ حقانیہ)

یہ بات بھی سمجھنا ضروری ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مقابلے میں امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال مذہب نہیں بن سکتے تفصیل کے لئے ''اعلام الاعلام بان الفتویٰ مطلقاً علی مذهب النعمان'' جیسی کتب ملاحظہ فرمائی جائیں۔ تو آخر صاحبینؒ سے مشائخ یا متاخرین کسی درجے میں بھی قابل قبول نہیں ہو سکتے

وهذا لا یخفیٰ علیٰ من له ادنیٰ المام بمصطلحات الفقهاء .باب ما جاء فی صیام ستة ایام من شوال حدثنا احمد بن منیع نا ابو معاویة نا سعد بن سعید عن عمر بن ثابت عن ابی ایوب قال قال رسول اللهصلیٰ الله علیه وسلم من صام رمضان ثم اتبعه بستٍّ من شوال فذالک صیام الدهر وفی الباب عن جابر وابی هریره و ثوبان قال ابو عیسیٰ حدیث ابی ایوب حدیث حسن صحیح وقد استحب قوم

صیـام ستة من شوال لهذا الحد یث وقال ابن المبارک هو حسن مثل
صیـام ثلثة ایا م من کل شهر قال ابن المبارک ویروی فی بعض الحد
یـث ویلحق هذا ا لصیام بر مضان واختار ابن المبارک ان یکون ستة
ایـام مـن اول الشهـر وقد روی عن ابن المبا رک انه قال ان صام ستة
ایـام مـن شوال متفر قاً فهو جا ئز قال ابو عیسیٰ وقد روی عبد العزیز
بـن محمد عن صفوان بن سُلیم وسعد بن سعید هذاالحدیث عن عمر
بـن ثـا بت عن ابی ایوب عن النبی ﷺ هـذا وروی شعبة عن ورقا ء بن
عـمـر عـن سعد بن سعید هذا الحد یث وسعد بن سعید هو اخو یحییٰ
بـن سـعد الانصاری وقد تکلم بعض اهل الحدیث فی سعد بن سعید
من قبل حفظ (جامع ترمذی ج۱ص۱۵۹)

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے اندازتخریج سے معلوم ہوا کہ یہ روایت اوراس سے مستفاد مسئلہ قرنِ اوّل سے کمزور چلا آرہا ہے۔مثلاً روایت میں سعد بن سعید اورعمر بن ثابت کا موجود ہونا عمر بن ثابت پرامام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا کلام بحوالہ استذ کار گذرا ہےاورسعد بن سعید تقریباً متفق علیہ ضعیف ہےجیسا کہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہےابن المبارک رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ اگرشوال میں روزہ رکھےاورمتفرقاً رکھےتو جائز ہےمعلوم ہوا کہ اول شوال یا متتابعاً کی کراہت سب کے یہاں موجود ہے نیز اسی حدیث پر امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے بڑےاوراولین شارحین میں سے ابوبکر ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام جس میں ستہ شوال کے روزے کی ممانعت بوجوہ مذکورتھی گزرا ہے۔جبکہ اعلاء السنن اورمعارف السنن کی عبارات کے جوابات بفضل اللہ تعالیٰ اپنے محل پر دیئے جاچکے ہیں جیسا کہ آگے آرہا ہے۔

اعلاء السنن اور معارف السنن کے بارے میں ایک وضاحت

صوم ستہ شوال کے سلسلے میں اعلاء السنن میں اجمال پایا جاتا ہے اور معارف السنن میں حضرت مولانا نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی طرف کراہت کی نسبت نقل فرمائی ہے یہاں صیغہ تمریض نہیں ہے کیونکہ ہر جگہ صیغہ مجہول برائے ضعف نہیں ہوتا ورنہ قرآن کریم کی آیت ''**واذا قیل لھم لا تفسدو فی الارض**'' کے بارے میں کوئی مسلمان نہیں کہہ سکتا کہ یہ صیغہ تمریض ہے ایک صریح اور ثابت حقیقت کیلئے اس قسم کے صیغے برائے تبیین ہوتے ہیں نہ کہ تمریض کیونکہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے کراہت کا نقل متوارث ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے مؤطا میں کراہت بلکہ شدت ممانعت اور حکم بالبدعت منقول ہے اس کو صیغہ تمریض کہنا رجال علم کی شان کے لائق نہیں ہے خود استاذ گرامی قدر حضرت مولانا بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے متاخرین علماء حنفیہ کے نقول کو ''مضطرب'' فرمایا ہے قاسم ابن قطلو بغا رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں فرمایا'' **ولکن افرد ھذا المو ضوع** '' کہ گویا تنہا قاسم ابن قطلو بغا رحمۃ اللہ علیہ ''تحریر الاقوال'' میں شیخین سے اس کے استحباب کے درپے ہیں۔

(معارف السنن ج۵ص۴۴۳)

الحمد للہ معارف السنن سے بھی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول کی تائید وضاحت سے ثابت ہوئی آگے مشائخ کا تذکرہ چونکہ اصل مذہب سے معارض ہے اس لئے اس سے اصل مذہب پر کوئی اثر نہیں پڑے گا جیسا کہ آگے چل کر تعاریض تصحیح اور آداب افتاء کے ضمن میں ہم عرض کرنے والے ہیں۔

حدیث : من صام رمضان و أتبعه بست من شوال فکأ نما صام الدھر مسلم من حدیث ابی ایوب ، وجمع الد میا طی طرقه وفی

الباب عن جابر رواه احمد بن حنبل وعبد بن حميد ،والبزار وعن ثوبان أخرجه النسائی وابن ماجه واحمد والدرامی ،والبزاروعن ابی هریرة رواه البزار من طریق زهیر بن محمد عن العلاء عن ابیه عنه ومن طریق زهیر ایضاً عن سهیل عن ابیه عنه واخرجه أبو نعیم من طریق المثنیٰ بن الصباح فی الضعفاء عن المحرر بن ابی هریرة رضی الله عنه عن ابیه، و رواه الطبرانی فی الاوسط من اوجه اخریٰ ضعیفة ، و عن ابن عباسرضی الله عنه اخرجه الطبرانی فی الاوسط ایضاً ، وعن البراء بن عازبرضی الله عنه اخرجه الدار قطنی.

(تلخیص الخبیر فی تخریج احادیث الرافعی الکبیر ج۲ص۱۹۸بیروت)

ان تمام روایات کا حاصل یہی ہے کہ اصلاً ان میں عمر بن ثابت مدنی،سعید بن سعید بن قیس اور بعض میں ابن لھیعہ موجود ہے جو کہ متکلم فیہ اورضعیف رجال ہیں۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ کا کلام بابت مذہب مالک رحمۃ اللہ علیہاورمذہب حنفیہ ''اهل الجهالة لو رأوااهل العلم انهم لا یشددون فی ترک هذه الصیام لادخلوها فی رمضان کما زاد اهل الکتاب فی الصیام'' شیخ الحدیث مزید لکھتے ہیں ''اعلم ان صوم ستة شوال مختلف عند الآئمة'' آگے وجوہ کراہت مفصل مذکور ہیں۔

مذہب مالکیہ کے بارے میں فرماتے ہیں

''ان شراح الحدیث المالکیون أطلقوا الکراهة وأجابوا عما یرد من الروایات فالظاهر هو مذهب المختار

(أوجزالمسالک،ج۵ص۱۷۳)

یعنی مذہبِ مالک رحمۃ اللہ علیہ کے شارحین حدیث نے ستہ شوال کو مطلق مکروہ کہا ہے اور اس سلسلے میں جو روایات آئی ہیں ان کے جوابات دیئے ہیں پس مختار مذہب مالکیہ کا ستہ شوال کے مکروہ ہونے کا ہی ہے حنفیہ کے بارے میں لکھتے ہیں۔

وأما الحنفية فا ختلف النقول عنهم واختلف اهل فروعهم فی ذلک ،ففی ''البحر الرائق ''ومن المكروه صوم ستة من شوال عند ابی حنيفة رحمه الله متفرقاً كان او متتابعاًوعن ابی يوسف رحمه الله كراهة متتابعاً لامتفرقاً لكن عامة المتأخرين لم يروا به بأسا انتهی وعدها فی ''نور الايضاح''وشرحه مراقی الفلاح '' من المندوبات وفی ''البدائع'' ومنها (ای المكروهات) أتباع رمضان بست من شوال كذا قال ابو يوسفؒ كانو يكرهون أن يتبعوا رمضان صوماًخوفاان يلحق ذلک بالفرضية وكذا روی عن مالکؒ

(اوجز المسالک ج۵ ص۱۷۳)

واضح رہے کہ حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ نے بھی حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے مطلق کراہت نقل فرمائی ہے چنانچہ فرماتے ہیں ''**وقال مالکؒ وابو حنيفةؒ يكره ذلک** ''البتہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور داؤد ظاہری اور ان کے موافقین سے بحوالہ نوویؒ استحباب نقل کیا ہے (اَوجز حوالہ بالا)

اکثر حضرات نے جو استحباب یا ندب نقل کیا ہے خواہ وہ علماء احناف ہوں یا اور کوئی ہو یہ سب شوافع اور حنابلہ محدثین سے متاثر ہونے کی بات ہے ورنہ خود مذہب حنفیہ میں جب امام المذہب سے کراہت منقول ہے جیسا کہ متعدد معتبر کتب کے حوالے سے نقل کیا گیا تو کہیں اور جانا جائز نہ تھا ''**الضياء المعنوی شرح مقدمة الغزنوی**'' میں ہے کہ احناف کا فتویٰ

ہمیشہ کراہت کا رہا ہے یہی وجہ ہے کہ علامہ ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر متأخرین نے مشائخ کے حوالے سے کلمۃ لابأس کے ساتھ جواز نقل کیا بلکہ بعض حضرات نے استحباب ندب یا سنیت کا قول کیا ہے مگر اس پر فتویٰ دینے سے احتراز فرمایا۔ چنانچہ الضیاء المعنوی کی عبارت ملاحظہ ہو

وذکر فی الفتاویٰ کراهیة صوم ست من شوال (الضیاء المعنوی ۳۴۰)

قالوا صوم ست من شوال من الیوم الثانی مندوب ونقلوا فیه حدیثا عن ابی ایوب الانصاریؓ ان رسول اللہ صلیٰ اللہ علیه وسلم قال من صام رمضان ثم اتبعه بست من شوال کان کصیام الدهر رواه مسلم والترمذی وابو داؤد ولفظه کانما صام الدهر قال الشیخ الاکبر فی الفتوحات المکیة هذا الحدیث عندی لیس صحیحا ومع هذا لیس ترکیبه علی قاعدة النحو لان لفظ الست صفة للصیام فینبغی ان یکون ستة بالتاء ولایوسوسک ان اسناده صحیح من مرویات مسلم لان صحة الاسناد لا یدفع الوهم ولعل الشیخ الاکبر قدس سره عرض علی رسول اللہ صلیٰ اللہ علیه وسلم فلم یجده صحیحا ثم الحدیث لو صح لا یدل علی افضلیة هذه الصیام نصا لانه یحتمل ان یکون وجه الشبه بصوم الدهر الکراهة لا الندب (رسائل الارکان ص ۲۲۶)

شیخ الاکبر رحمہ اللہ کی اصل عبارت ملاحظہ ہو۔

قد تقدم ذکر الخلاف فی وقتها وفی هذا الخبر عندی نظر لکون رسول اللہ ﷺ لم یثبت الهاء فی العدد اعنی فی الستة وقال واتبعه ستاً من شوال وهو عربی والایام مذکرة والصوم لا یکون الا فی الیوم وهو النهار فلا بد من اثبات الهاء فیه فهذا سبب کون الحدیث منکر

المتن مع صحة طريق الخبر (الفتوحات المکیہ ج اص ۶۳۷)

رسائل الارکان کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ اس حدیث سے استحباب کے بجائے کراہیت ثابت ہوتی ہے کیونکہ صوم الدھر بنصوص صریحہ منع فرمائی گئی ہے جیسا کہ صحیح مسلم کے حوالہ سے گذرا ہے نیز محی الدین ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ جو اولیاء اللہ کے سرخیل اور سیّد الطائفہ ہیں وہ بھی اس حدیث کو منکر اور ضعیف فرما چکے ہیں گویا علماء اور اولیاء کا ان روایات کے ترک پر اتفاق معلوم ہو رہا ہے جو اس کے استحباب کے بجائے کراہیت کا قرینہ ہے

واللہ اعلم وعلمہ اتم واکمل.

قد یردّ الحدیث مع صحة سنده

قال القرطبی ؒ "قال علماء نا وھذا الحدیث وان صح سندہ فیردہ مع یعلم علی القطع والبتات" (تفسیر قرطبی ج اص ۱۵)

والامام مالک ؒ احیانا یرد الاحادیث الصحاح بعمل اھل المدینة

(تفسیر قرطبی ج اص ۹۵)

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ عمل اہل مدینہ کو سرچشمہ ہدایت سمجھتے ہیں اور چونکہ اپنے زمانے میں انہوں نے حرمین شریفین میں نہ تو کسی مسلمان سے حدیث ستہ شوال سنی اور نہ کسی مسلمان کو یہ چھ روزے رکھتے ہوئے دیکھا ہے۔ تو اس وجہ سے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ علماء کو تاکید فرماتے تھے کہ عوام کو اس سے روکیں اور ان روزوں کے عمل کو بدعت اور دین میں اضافہ سمجھتے تھے۔ ہم نے الجامع لاحکام القرآن کے حوالے سے یہ چند ضابطے اس لئے نقل کئے تا کہ مؤطا کی عبارت جو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا دوٹوک فیصلہ ہے وہ اہل علم کے سامنے واضح ہو سکے اس سے پتہ چلا کہ علامہ ابن عبدالبر مرحوم نے اگر چہ سنداً اور متناً اور خارجی احوال کو وجہ بنا

کرامام مالکؒ کے قول کی تنقیح فرمائی مگر یہ اصل بنیاد (جو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کے مقابلے میں کاتبتاً علماء کو معلوم ہے تاکہ اس معاملے میں علامہ مغربی رحمۃ اللہ علیہ سے ذہول ہو گیا ''وما کان ربک نسیا'' غور کرنے کا مقام ہے امام اہل المغرب والحجاز مقدس کا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ بھی منع فرما چکے ہیں۔ اور امام اہل المشرق وامام سائر الدنیا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی مکروہ سمجھتے ہیں تو روایات بابت ستہ شوال صرف ضعیف نہیں بلکہ متروک ہیں۔

وکم من فرق بین الضعیف والمتروک کما لا یخفی علی من له المام بمصطلحات الحدیث والفقه

محدثین اور فقہاء اس پر متفق ہیں۔ کہ جو روایت قرونِ اولیٰ میں متروک ہو چکی ہے بعد کے زمانوں میں اس پر عمل جائز نہیں ہے جبکہ یہاں تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ نفس کراہت کے قول میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ بھی متفق ہیں گویا کہ شیخانِ امامان یعنی امام اہل مدینہ اور امام اہل عراق کے اتفاق کے بعد مذہب حنفیہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ بھی مطلقاً ومتابعاً اس کی کراہت پر متفق ہیں اب بھی اگر ہمارے بعض کرم فرماؤں کو یہ مذہب قوی یا مطابق حدیث اور مذہب حنفی کا قول مختار معلوم نہیں ہوتا تو ہم معذرت خواہ ہیں۔

تیرا جی نہ چاہے تو بہانے ہزار ہیں
آنکھیں اگر بند ہیں تو پھر دن بھی رات ہے

ولنعم ما قال الشاعر العربی؛

وان کنت لا تدری فتلک مصیبة
وان کنت تدری فالمصیبة اعظم

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے ستہ شوال کے صوم کی کراہت تو تقریباً متواتر ہے اس وجہ سے اکثر فقہاء اجلہ جیسے صاحب بحر (ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ) ملک العلماء علامہ علاؤ الدین

کاسانی رحمۃ اللہ علیہ صاحب بدائع نے ستہ شوال کو مکروہات میں شمار فرمایا ہے یہی حال ھندیہ اور معتبر فتاوٰی کا ہے بلکہ ''الضیاء المعنوی'' کے حوالے سے تو یہ تصریح بھی آچکی ہے کہ فتوی کراہیت کا ہوگا۔ بعض حضرات نے اگر تسامحاً یا بناء بر قول متاخرین اس کو مندوب کہا جیسے در مختار کی عبارت ہے ''وندب تفریق صوم ست من شوال'' اس پر علامہ سید احمد طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ کوہستانی کی تصحیح نقل کرتے ہیں

''قال الکوھستانی صوم ست من شوال یکرہ مطلقاً عندہ ومتتابعاً عند ابی یوسفؒ '' (طحطاوی علی الدرج اص ۴۷۰)

علامہ ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ کا بابت صوم ستہ شوال کا موقف محل نظر ہے اور یہ شکوہ علامہ موصوف سے کبار فقہاء کو رہا ہے کہ وہ بعض اوقات غیر مصحح قول کی تصحیح کے درپے ہو جاتے ہیں ملاحظہ ہو ''کتاب التعلیم والارشاد'' کی عبارت

'' وابن عابدین یعنی صاحب رد المحتار علی سعتہ وضخامتہ ترک اکثر المواضع من غیر تحریر وغفل عن التنبیہ علی اکثر ما فیہ من الاغلاط والعذر لہ فی ذالک انہ ینقل من کتب المذھب ما تیسر لہ النقل فاذا لم یجد سکت فان تکلم شیئا من عند نفسہ خانتہ قواہ (مقدمۃ القدوری ص۳ الدکتور غلام مصطفی سندی)

اولاً علامہ ابن عابدین مرحوم رحمۃ اللہ علیہ نے قاسم بن قطلو بغا رحمۃ اللہ علیہ کی ''تحریر الاقوال'' پر اعتماد فرمایا ہے مگر یہ واضح نہ ہو سکا کہ ''تحریر الاقوال'' آج تک کسی نے دیکھی ہے۔

ثانیاً جب جماہیر فقہاء حنفیہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے مطلقاً کراہت نقل فرما چکے ہیں جیسا کہ فتاوی معتبرہ اور دیگر کتب فقہ سے صراحتاً ثابت ہے تو علامہ قاسمؒ علامہ تبانیؒ کا رد کیسے فرماتے ہیں کیونکہ رجال الحنفیہ کا تبتاً علامہ تبانی رحمۃ اللہ علیہ کے موقف کے مؤید ہیں۔

ثالثاً ایسا کوئی قاعدہ نہ ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا اور نہ کسی اور نے کہ قاسم بن قطلو بغاؒ کو فقہ کے معروف اور مصدقہ مسائل سے انکار کرنے کا حق ہے۔

رابعاً قطلو بغا مرحوم نے اپنے شیخ محقق علی الاطلاق ابن الہمام مرحوم کے بارے میں فرمایا ہے کہ وہ کبھی کبھی **خروج عن المذهب و جنوح الى اهل الحديث** کرتے ہیں۔

(كما ظهر من كتاب الحج من رد المحتار)

مگر اب معلوم ہوا کہ خود قطلو بغا مرحوم بھی کبھی کبھی اس کا ارتکاب فرماتے ہیں۔

واضح رہے کہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ صاحب المذہب سے صحیح نقل کے ساتھ کہیں بھی ستہ شوال کا استحباب مروی نہیں ہے بلکہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ بھی ان کے ساتھ ہیں جیسا کہ تمام کتب معتبرہ **عن هذا الميدان** سے واضح ہے مشائخ متاخرین (جو کہ نا معلوم ہیں) کا قول اگر اس کو کہیں اصح یا مختار کہا گیا ہے تو یہ حسب قاعدہ فقہ حنفی خلافِ مذہب ہے چنانچہ حلبی کبیر شرح منیہ میں ہے

''**جعل العلماء الفتوىٰ على قوله فى العبا داتِ مطلقاً** (حلبی کبیر ص ٦٦)

خود ابن عابدین مرحوم شرح العقود میں فرماتے ہیں

''**ثم الفتوىٰ على الاطلاق على قول ابى حنيفه**'' (شرح العقود ص ۱۹)

بلکہ یہاں تک وضاحت موجود ہے اگر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مقابلے میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ یا امام محمد رحمۃ اللہ علیہ یا کسی اور امام کے قول پر فتویٰ دیا گیا ''**فليس حكماً**'' تو یہ حکم، حکم شرع ہوگا ہی نہیں۔ یہی قاعدہ علامہ ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ نے رد المحتار کے مقدمہ میں لکھا ہے ملاحظہ ہو

''**والا صح كما فى السراجية وغيرها انه يفتىٰ بقول الامام على الا طلاق ....الخ**''

اس کی شرح میں ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''ثم الفتویٰ علی الاطلاق علی قول ابی حنیفۃؒ'' (الخ) علی الاطلاق کی تشریح فرماتے ہیں'' ای سواء انفرد وحدہ فی جا نب او لا کما یفید کلا م السرا جیۃ (الخ) مزید فرماتے ہیں کہ امام کے قول کو چھوڑنے کا کسی کو اختیار نہیں ہے۔

''وکذا لا تخیر لو کان احدھما قول الامام لانه لما تعارضا التصحیحان تساقطا فرجعنا الی الاصل وھو تقدیم قول الامام بل فی شھادات الفتاوی الخیریة المقرر عندنا انه لا یفتی ویُعمل الا بقول الامام الاعظم .ولا یُعدل عنه الیٰ قولھما لانه صاحب المذھب او قول احدھما او غیرھما''

مزید فرماتے ہیں

''وان صرح المشائخ بان الفتوی علی قولھما لانه صاحب المذھب والامام مقدم''

مزید ''بحر'' اوقات الصلوٰۃ اور کتاب القضاء کے حوالے سے لکھتے ہیں

یحل الافتاء بقو ل الامام بل یجب وان لم یعلم من أین قال

(مقدمہ ردالمحتار لابن عابدین ص۷۲)

اس عبارت کے چند فوائد ملاحظہ ہوں

(۱) مذہب حنفی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال واجتہاد کا نام ہے۔

(۲) امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول کسی کے لئے ترک نہیں کیا جائے گا اور اس میں کسی کا اختیار نہیں چلے گا۔

(۳) امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول کی موجودگی میں دیگر اقوال ساقط ہوں گے اور امام

کے قول کو ترجیح ہوگی کیونکہ وہی مذہب ہے اور وہی اصل ہے۔

(۴) فتویٰ اور عمل صرف امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر ہوگا۔

(۵) امام صاحب کا قول چھوڑ کر صاحبین یا کسی اور کے قول پر فتویٰ اور عمل جائز نہیں ہے۔

(۶) اگرچہ مشائخ حنفیہ، صاحبین رحمۃ اللہ علیہما کے قول پر فتویٰ بھی دے چکے ہوں تب بھی مذہب امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے قول اور اجتہاد کا نام ہے۔

(۷) فتویٰ امام کے قول پر دینا جائز ہے بلکہ واجب ہے۔

(۸) اس تحقیق اور تجسس کی بھی ضرورت نہیں ہے کہ امام نے یہ قول کہاں سے اختیار کیا ہے۔

(۹) جب امام کے قول کے سامنے صاحبین کے اقوال مرجوح ہیں اور ان پر فتویٰ اور عمل منع ہے تو مشائخ حنفیہ کے قول پر امام صاحب کا مذہب چھوڑنا جائز نہیں ہے۔

(۱۰) زیر بحث مسئلہ میں بھی الحمد للہ ہمارا موقف امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے قول کی تائید وتشریح ہے اس لئے ہم اپنے مذہب کے مطابق عمل پیرا ہیں۔ اور دوسری تحریرات وفتاویٰ کا ٹھکا نہ کم از کم مذہب حنفی نہیں ہے۔ ’تلک عشرۃ کاملۃ‘

مدعی گو برو ونکتہ بحافظ مفروش

کلکِ ما نیز زبانے و بیانے دارد

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال کی یہ وقعت اور اساس مذہب ہونے کی وجہ سے ان کے شاگرد خاص امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ المشائخ فقہاء اور اولیاء کے سرتاج امام عبداللہ ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ چونکہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے خود صحابہ کو دیکھا ہے اور تابعین کے ساتھ ٹکر کے فتاویٰ دیئے ہیں اس لئے ان کا قول مضبوط اور مستحکم ہے۔

قال عبد الله ابن المبارک لأنه رای صحابة وزاخم التا بعين فی الفتویٰ فقو له اشد ّواقو یٰ (مقدمہ ردّالمحتار،ص۷۰،۷۱)

مشہورفقیہ محمد خالدالأ تاسی لکھتے ہیں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول ہی کا اعتبار ہوگا کیو نکہ ہم حنفی ہیں نہ کہ یوسفی وغیرہ مزید لکھتے ہیں اس لئے محقق ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ نے بعض ان مشائخ کا رد کیا ہے جنہوں نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مقابلے میں صاحبین کے قول پرفتویٰ دیا ہے۔

"ما قلنا فی مسئلة قو لا الا وهو روا ية عن ابی حنيفة فلم يتحقق اذا جواب ولا مذ هب الا له كيفما كا ن وما نسب الیٰ غيره الا بطرق المجا ز للمو افقة فان قلت اذا رجع المجتهد عن قول لم يبق قولا له فا ذا كا ن كذلک فما قاله اصحا به مخا لفين له فيه ليس مذهبه فحينئذصارت اقوالهم مذا هباً لهم مع انَّناالتز منا تقليد مذ هبه دون مذهب غيره ولذا نقول ان مذ هبنا حنفی لا يو سفی ونحو (شرح المجلہ ،ج٦ص۵۸،۵۹)

ان عبارات کا حاصل یہ ہے کہ فتویٰ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر ہوگا بغیر کسی دلیل شرعی کے صاحبین یامشائخ کے قول پرفتویٰ دینا خلاف مذہب ہے اوراس کے مستقل دلائل موجود ہیں۔

" ولذا رد المحقق ابن الهمام علی بعض المشائخ حيث افتوا بقول الامامين بانه لا يعدل عن قول الامام الالضعف دليله"

(بنوع تلخيص من ردالمحتار شرح المجلة ج٦ ص ٥٩)

اس لئے محقق علی الاطلاق ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ نے ان مشائخ حنفیہ کا رد کیا ہے جنہوں نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مقابلے میں صاحبین یا کسی اور کے قول پرفتویٰ دیا ہے

ثم ان الاقوال واردة فيها فما اتفق عليه آئمتنا الثلاث لا يجوز ولوللمجتهدفی مذهبهم ان يقول برأيه فما بالک فی غيره وان اختلفو يقدم ما اختاره الامام ابو

حنیفۃؒ سواء وافقه احد اصحابه ام لا (شرح المجلۃ ج٦ص٦٢)

ہمارے آئمہ ثلاثہؒ کے اتفاق کے بعد کسی اور طرف جانا قطعاً ناجائز ہے اور امام کے قول کی موجودگی میں صاحبین کی طرف جانا بھی جائز نہیں چہ جائیکہ مشائخ حنفیہ یا کسی اور کی رائے اور قول کو قابل عمل سمجھا جائے اور ایسا کرنا جائز نہیں ہوگا۔ چنانچہ ان فقہی ابحاث سے واضح ہوا کہ چونکہ ستہ شوال کے روزے میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول اور ارشاد کا ترک لازم آتا ہے اور یہ تصریح موجود ہے کہ امام سے قول بالکراہیت منقول ہے۔ جبکہ استحباب مشائخ حنفیہ رحمۃ اللہ علیہم کی رائے ہے اسلئے مشائخ کو ترک کرنا پڑے گا اور عمل بقول الامام ضروری ہوگا۔

کما هو مقتضى المذهب والقواعد الفقهية مفصلة ومدللة

جوابی فتوی میں مولوی صاحب محترم نے لکھا ہے شوال کے چھ روزوں کے متعلق رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی صحیح سند کے ساتھ حدیث کی مستند کتابوں میں موجود ہے۔

عن ابى ايوب الانصارى انه حدثه ان رسول الله ﷺ قال من صام رمضان ثم اتبعه ستاً من شوال كان كصيام الدهر رواه الجماعة الا البخارى والنسائى

(نيل الاوطار ج٤ص ١٢٠، اعلاء السنن جزء٩ ص١٥٣)

واضح رہے کہ یہ عبارت صحیح مسلم ج١ص٣٦٩ پر موجود ہے جس میں سعد بن سعید بن قیس حد درجہ ضعیف اور غیر معتمد ہے۔ چنانچہ المنہل میں ہے

لا نه فيه سعد بن سعيد وفيه مقال (ج١٠ ص ٢٥٩)

نیز دوسرا راوی عمر بن ثابت ہے جس کے بارے میں مولوی صاحب کے دیئے ہوئے حوالے تیس جلدوں والی استذکار میں لکھا ہے۔

واظن الشيخ عمر بن ثابت لم يكن عنده ممن يعتمد عليه

(استذکار، ج١٠ص٢٥٩)

نیز اس روایت کے موقوف اور مرفوع ہونے کا اضطراب بھی موجود ہے

(استذکار ج ۱۰ اص ۲۵۸)

روایت کے متن کو بھی منکر کہا گیا ہے (فتوحات مکیہ، ج اص ۶۳۷)

علاوہ ازیں مفصل بحث فی الاسناد بفضل اللہ تعالیٰ گزشتہ صفحات میں گذر گئی ہے اس لئے یہ کہنا کہ یہ صحیح السند ہے ''علم الاسانید والرجال'' سے ناواقفیت کی بات ہے۔

كل من يدعى حب ليلىٰ وليلىٰ لا تقر لهم بذالك

آگے لکھتے ہیں کہ فقہ حنفی کی معتبر کتابوں نے بھی ان روزوں کو مستحب وسنت قرار دیا ہے اور تنویر الابصار اور الدر المختار کے حوالے سے ندب استحباب یا تسنن کی عبارات نقل کی ہیں:

اولاً تو اس سے زیادہ معتبرات جیسے البحر الرائق، بدائع الصنائع، فتاویٰ کوہستان، جامع الرموز وغیرہ میں بشمول فتاوی ہندیہ کے ان روزوں کو مکروہات میں سے گِنا ہے جو کہ ہر اعتبار سے قوی اور مؤید بالدلائل ہیں جیسے تفصیلاً گزرا ہے۔

ثانیاً اسکو بھی آگے چل کر لا بأس کے ساتھ ذکر کیا ہے جو اصلاً خلافِ اولیٰ کے لئے آتا ہے۔ جیسا کہ ہم پہلے بحوالہ ذکر کر چکے ہیں۔

ثالثاً ان اقوال کی اساس متأخرین یا قاسم بن قطلوبغاؒ کی ''تحریر الاقوال'' ہے جن سے علی التحقیق ثبوت مشکل ہے ''كما ذكرنا قبل ذالك مفصلاً و مدللاً''

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ

(سورۂ ق آیت ۳۷)

رابعاً صاحبِ مذہب حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے کراہت مروی ہے اور قواعد افتاء کے مطابق امام صاحب کے مقابلے میں مشائخ کا قول مرجوح ہوتا ہے اس لئے ندب یا استحباب کا ثبوت مشکل ہے۔

مزید لکھتے ہیں کہ محترم جناب مولانا صاحب کے فتویٰ میں فتاوی عالمگیری اور البحرالرائق کے حوالے سے جوان روزوں کومکروہ کہا گیا ہے افسوس یہ ہے کہ انہوں نے فتاویٰ عالمگیری کی آدھی عبارت نقل کر کے استدلال فرمایا ہے کاش وہ بعد والی عبارت بھی پڑھ لیتے جس میں اصح قول کے مطابق کراہت کومسترد قرار دیکر استحباب کوثابت کر دیا ہے، آگے مولوی صاحب محترم نے فتاویٰ عالمگیری کی عبارت نقل فرمائی ہے سو واضح رہے چونکہ یہ اقوال مشائخ کے ہیں خود امام صاحب سے عالمگیری میں مطلقاً کراہت نقل ہے اور حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے متتابعاً کراہت منقول ہے۔ آگے "**والاصح انه لابأس به**" جبکہ لابأس بہ کا اصل وضع خلافِ اولیٰ کے لئے ہے جیسا کہ فقہائے کرام جانتے ہیں مزید انہوں نے ان روزوں کا استحباب متفرقاً یعنی ہر ہفتہ میں دو رکھنے کا قول فرمایا ہے اور یہ **مابه النزاع** سے خارج ہے اور محترم مولوی صاحب کومفید نہیں ہے کیونکہ وہ مطلقاً یعنی متتابعاً ومتفرقاً جواز کے قائل ہیں اس لئے عالمگیری کا حوالہ اپنے لئے مفید سمجھنا ناقابل فہم ہے۔ نیز کراہت کومسترد قرار دیکر استحباب ثابت کرنا مقلد کے دائرہ اختیار سے باہر ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول کورد کرنے کا اختیار امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ وامام محمد رحمۃ اللہ علیہ کوبھی نہیں ہے چہ جائیکہ مشائخ کے قول سے وہ رد ہو سکے یہ بھی مولوی صاحب کی طرف سے نرالا اقدام ہے ورنہ عالمگیری میں ردوقدح کا کوئی کلمہ نہیں **ومن شاء فليرجع اليه**

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسنِ کرشمہ ساز کرے

یہی حال البحرالرائق کا ہے بفضلہٖ تعالیٰ۔ کلمہ لاباس کے بارے میں مولوی صاحب محترم کا یہ لکھنا (کہ غیر متعلقہ مقام پر پیش کیا گیا ہے) باعث تعجب ہے کیونکہ یہ تو فقہی قاعدہ ہے جوحسب ضرورت پیش کیا جاتا ہے۔ نیز

''کلمة لاباس قد یستعمل فی المندوب''

کی عبارت محل نظر ہے دیکھئے کتاب الجنائز اور کتاب الجہاد من البحر الرائق۔ نیز اگر کہیں اور بھی بقول مولوی صاحب کے سیاق وسباق کی مناسبت سے استعمال بھی ہوا ہو مگر یہاں چونکہ کراہت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے مصرح ثابت ہے تو اس کے مقابلے میں کلمہ لاباس خلاف اولی ہی کے لئے ہے نہ کہ استحباب وندب کیلئے۔ مزید لکھتے ہیں کہ ''فتح القدیر کی عبارت ہم نے ناقص نقل کی'' جبکہ محترم موصوف نے خود بھی نقل کرتے ہوئے اسا سی جگہ جوان کی تحقیق کیلئے مضر تھی نقل نہیں فرمائی اصل عبارت ملاحظہ ہو ''صوم ستة من شوال عن ابی حنیفةؒ وابی یوسفؒ کراهة''، محقق ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ نے شیخین سے مطلق کراہت نقل فرمائی ہے مزید لکھتے ہیں ''وعامة المشائخ لم یرو به بأسا'' آگے فصل اور وصل وغیرہ کی صورتیں نقل فرما کر قول کراہت کی تائید کرتے ہوئے لکھتے ہیں

''وجه الکراهة انه قد یفضی الی اعتقاد لزومها من العوام لکثرة المداومة ولذا سمعنا من یقول یوم الفطر نحن الی الآن لم یات عیدنا او نحوه فاما عند الامن من ذالک فلا باس لورود الحدیث به'' (فتح القدیر ج۲ ص۲۷۲،۲۷۱)

کراہت کی وجہ یہ ہے کہ کبھی یہ روزے لزوم کے اعتقاد کو پہنچتے ہیں عوام اگر کثرت سے رکھنا شروع کردیں چنانچہ ہم نے ایسے لوگوں سے سنا ہے جو کہتے تھے عید الفطر ہماری عید نہیں ہے بلکہ چھ روزے رکھنے کے بعد ہماری عید آئے گی اور اگر ان چیزوں سے امن ہو جائے تو مباح ہے بوجہ روایت وارد ہونے کے محقق رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے چند باتیں معلوم ہوئیں ایک کرہت کا قول دعوی بلا دلیل یا دعویٰ کاذبہ نہیں ہے بلکہ یہ فقہ کا مضبوط اور مستحکم فیصلہ ہے۔ نیز عوام کے اعتقاد کو اس سے نقصان پہنچ سکتا ہے یہاں تک کہ شریعت کی مقرر کردہ عید کو عید ہی نہ سمجھا جائے اور چھ روزے رکھنے کے بعد عید تصور کی جائے۔ اتنے بڑے خطرات جب ان علم

وعمل کے محترم زمانوں میں موجود تھے تو بعد میں کیسے اور کب یہ خطرات ٹل گئے

نہ پہنچ سکے گا کبھی منزل حقیقت پر
صراط عشق میں جو تیز گام ہو نہ سکا

محترم نے فتح القدیر کی عبارت **وعامة المشائخ** سے شروع فرمائی اور ناقص نقل کرنے کا الزام ہمیں دیا

میں الزام ان کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا

محقق ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ نے وجہ الکراہت سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے قول کراہت کی تائید وتوضیح فرمائی ہے اور عوام الناس کا اس سلسلے میں سوء اعتقاد اور سوء اقوال نقل فرماتے ہیں اور کلمہ لابأس سے فقہاً وحدیثاً کچھ بنتا نہیں اور حدیث سنداً اور متناً متکلم فیہ ہونے سے قرنِ اول سے ہی متروک ہے اور منکر رہی ہے جیسا کہ گزشتہ ابحاث سے مفصل معلوم ہوا۔

مولوی صاحب محترم کا یہ ارشاد فرمانا کہ ''ایک صحیح حدیث کی موجودگی میں جس کو جمہور امت نے قدیماً اور حدیثاً تسلیم کیا ہو۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے قول جو کہیں میں مرفوع روایت سے موید بھی نہیں ہے ترجیح دینا اصول کے خلاف ہے'' سو عرض ہے کہ روایت اس باب میں جتنی وارد ہیں وہ سنداً اور متناً ضعاف او متکلم فیہا ہیں، جیسا کہ مفصل گزر گیا۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے منع کرنے اور امام ابوحنیفہؒ کے مکروہ فرمانے کے بعد اس کو جمہور امت کے یہاں مسلمہ کہنا آداب علم اور دیانت تحقیق کے سراسر خلاف ہے۔ امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے یہ قاعدہ گزرا تھا کہ جس مسئلہ پر امام ابوحنیفہ اور امام مالک رحمہما اللہ جمع ہو جائیں تو ان کے بعد کسی اور کے قول کا کوئی وزن اور قیمت نہیں رہتی۔ جیسا کہ بحوالہ تفصیلاً گزرا ہے بلکہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ تو صرف روایت نہیں بلکہ حرمین شریفین بالخصوص اہل مدینہ کا تعامل اس کے رد

کرنے کے لئے پیش فرما چکے ہیں پھر مؤطا امام مالک جو بخاری اور مسلم کی اصل اساس ہے، ملاحظہ ہو

''**عجاله نافعه**'' اور ''**الحطه فی ذکر صحاح سته**''

مزید مولوی صاحب محترم کا یہ ارشاد فرمانا ''اور جو لوگ مسلکاً مالکی بھی نہ ہوں ان کا یہ کام انجام دینا تو باعث حیرت بھی ہے'' سو عرض یہ ہے کہ اگر مسلک کی پابندی آپ مضر سمجھتے ہیں تو بخاری اور مسلم کے حوالے پیش کرنا بھی ٹھیک نہ ہوگا۔

'' **حفظت شیئاً و غابت عنک اشیاء** '' ایسے ہی موقع پر کہا گیا ہے۔

مزید ان کا یہ لکھنا کہ ''امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے مطلقاً منع تو نہیں فرمایا ہے بلکہ ان روزوں کو ضروری اور فرض قرار دینے کو منع فرمایا ہے'' باعث حیرت ہے کیونکہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''**انہ لم یرا احداً من اھل العلم و الفقه یصومها**'' یعنی میں نے کسی عالم اور فقیہ کو یہ روزے رکھتے ہوئے نہیں دیکھا، مزید لکھتے ہیں ''**ولم یبلغنی ذالک عن احد من السلف**'' یعنی گزشتہ بزرگوں یعنی صحابہ اور تابعین سے یہ عمل ہم تک نہیں پہنچا ہے۔ مزید فرماتے ہیں کہ

''**وان اھل العلم یکرھون ذالک و یخافون بدعته**''

یعنی اہل علم ان روزوں کو مکروہ اور ان سے ایسا ڈرتے تھے جیسا بدعت سے ڈرتے ہوں کیونکہ جاہل اور ناسمجھوں کو اگر اس کی اجازت اہل علموں نے دی تو وہ ان کو رمضان سے ملا دیں گے۔ (مؤطا امام مالک ص ۲۵٦) غور فرمایا جائے کہ ان عبارات واضحہ سے کسی قسم کے جواز یا اباحت کا بھی کوئی پہلو نہیں نکلتا ہے۔ اپنی طرف سے فرض یا ضروری کے پیوند لگانے سے چودہ سو سال کے متفقہ مسئلہ کی اصل حیثیت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

خود بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں
ہوئے کس درجہ فقیہانِ حرم بے توفیق

آگے مولوی صاحب موصوف نے مذہب مالک کے ایک مقلد علامہ ابن عبد البر مرحوم کی عبارت استذکار سے اپنی منشاء کے مطابق توڑ مروڑ کر پیش فرمائی ہیں جو ان کے جمال دیانت اور پاس تفقہ کا آئینہ دار ہے۔ مزید استذکار کی عبارتیں پیش کرتے ہوئے حضرت والا نے تیس جلدوں کا بھی بارعب صنیع اختیار فرمایا ہے۔ مگر علامہ ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ کا منشاء سمجھنے کی کوشش مطلقاً نہیں فرمائی۔ مثلاً علامہ ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ''**والذی کرهه له مالک أمر قد بينه و اوضحه**'' یعنی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا ستہ شوال کے روزوں کو مکروہ سمجھنا بالکل واضح اور روشن ہے تاکہ رمضان شریف کے فرض روزوں کے ساتھ غیر ضروری چیزوں کو عوام نہ ملائیں، مزید لکھتے ہیں ''**وکان رحمه الله متحفظاً کثیر الاحتیاط الدین**'' کہ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ دین کے محافظ اور محتاط تھے۔ ان عبارات سے علامہ ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ نے مؤطا کی بھرپور تائید اور حمایت فرمائی ہے جس کا نتیجہ صاف ظاہر ہے مزید علامہ مرحوم کا یہ لکھنا کہ ''**فان مالکا لایکره ذالک**'' اس کے ضعف کیلئے کلمہ ان شاء اللہ کافی ہے۔ علامہ ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ نے مزید لکھا ہے کہ چونکہ اس روایت کے راوی عمر بن ثابت مدنی ہیں اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ان کو معتمد نہیں سمجھتے تھے اسلئے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے ایسے لوگوں سے اور بعض شیوخ سے احادیث لینا ترک فرمایا ہے (استذکار ج ۱۰ص ۲۵۹) اگر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کسی درجہ میں ان روزاں کو مستحب سمجھتے تو علامہ ابن عبد البر مرحوم کو اتنی وجوہات اور تاویلات پیش کرنے کی کیا ضرورت تھی؟

پانی پانی کر گئی مجھ کو قلندر کی یہ بات

محترم ومکرم مزید فرماتے ہیں کہ حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور کتاب (اعلاء السنن جزء ۹ص ۱۷۷) میں ان چھ روزوں کو مستحب قرار دیتے ہوئے ایک باب ''**باب استحباب صيام ستة من شوال**'' قائم کر کے مذکورہ حدیث کو ذکر کیا ہے سو عرض

ہے کہ اس کے فوراً بعد علامہ موصوف نے ''وفی الطحطاوی الست من شوال صومها مکروه عند الامام متفرقة او متتابعة لکن عامة المتاخرین لم یرو به باسا ''یعنی طحطاوی میں ہے کہ شوال کے چھ روزے حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں متفرق اور متابع دونوں طرح مکروہ ہیں اگرچہ متاخرین نے لاباس به کہا ہے۔ اگر علامہ موصوف کے نزدیک استحباب ہی کا قول فیصلہ ہے جو بقول مولوی صاحب کے حدیث کا مقتضاء ہے تو اپنے امام سے مطلق کراہت کیوں نقل فرمائی ہے؟ معلوم ہوا کہ حضرت مولانا ظفر احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اعلاء السنن سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ان روزوں کو مطلقاً مکروہ فرمانے کی تائید ہوتی ہے چنانچہ مولانا نے اس مبحث کو بھی کراہت پر ختم فرمایا ہے

'' قلت الکرا هت محمو لة علی احتمال سوء العقیدة لئلایظن انها من الفرائض لا تصا لها بر مضا ن (اعلاء السنن جزء ۹، ص ۱۵۳)

وللہ الحمد اولاً واٰخرا

محترم جناب مولوی صاحب زید علمہ نے معارف السنن کی عبارت سے اپنے موقف پر استدلال فرمایا ہے اور ان کی دورس نگاہیں صیغہ تمریض پر پڑ گئیں کہ نسب فعل مجہول جب بھی وارد ہو تو اس سے تمریض یعنی قول کا ضعف معلوم ہوتا ہے مگر محترم نے اس عموم اور طرد پر کوئی عقلی یا نقلی حوالہ پیش نہیں فرمایا ہے مگر صیغہ مجہول کبھی قوت کے لئے آتا ہی نہیں تو یہ محترم کا جدید ''علم نحو'' ہوگا۔ قرآن کریم سورۃ البقرہ دوسرے رکوع کا مطالعہ ضروری تھا۔

''وَاِذَا قِيۡلَ لَهُمۡ لَا تُفۡسِدُوۡا فِى الۡاَرۡضِ'' (سورۂ بقرہ آیت ۱۱)

اس سے پہلے ہماری گفتگو اس سلسلے میں گزری ہے، کہ استاذ گرامی قدر حضرت مولانا بنوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی ''واقوال علماء نا مضطربة ''یعنی ہمارے علماء احناف کے اقوال مضطرب ہیں (معارف السنن ج۵ ص ۴۴۳) پر ارشاد فرمایا ہے۔

حضرت مولانا مرحوم نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے کراہت تسلیم فرمائی ہے۔اور خود علماء احناف کے اقوال کو بھی مضطرب فرمایا ہے۔آگے استحباب کا قول ''**تحریر الاقوال** '' پر موقوف ہے جس پر تفصیلی کلام اللہ تعالیٰ کے فضل سے پہلے گزرا ہے۔حضرت مولانا مرحوم کی مزید عبارتیں یعنی

''**تفریق و تتابع بالاتفاق لاداء اصل الفضیلة بای طریق کان بغیر کراهة**''

بھی تحریر الاقوال کا نتیجہ ہیں۔جیسا کہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا قول **بالتفریق** نقل کر کے **رد المحتار** کے حوالے سے معلوم ہوا۔جواب فتویٰ کے اخیر میں محترم نے ''**الفقه الاسلامی و ادلته لدکتور وهبه الزحیلی**'' سے ان روزوں کا استحباب چاروں مذاہب کے علماء کے اتفاق کے ساتھ نقل کیا ہے مگر مولوی صاحب محترم و مکرم اس ناگہانی فتح میں مذاہب کا سارا سرمایۂ علم بھول بیٹھے بھلا مؤطا امام مالک، البحر الرائق، المیزان، اور المنہل جیسی معتبر کتب کے ہوتے ہوئے جس میں امام مالکؒ کا منع اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی کراہت منقول ہے کسی محقق دکتور کی کتاب کے حوالے سے کیسے اتفاق و استحباب ثابت ہوسکتا ہے؟ مولوی صاحب محترم کو یہ خیال بھی نہیں رہا کہ ''**تحریر الاقوال** اور **رد المحتار**'' جن کی عبارات پر جواب فتویٰ میں اعتماد کیا گیا تھا ان میں بھی مطلق کراہت کی نفی تھی، نفس کراہت وہ بھی تسلیم فرما چکے ہیں تو دکتور کی ''**ادله**'' سے اچانک مذاہب اربعہ کے علماء کا اتفاق کیسے برآمد ہوا؟

ولنعم ما قال الشاعر العربی

الا ان للحرب رجالا ورجالا لقصعة و ثرید

اس مفصل تحقیق اور جواب فتویٰ کی تنقیح کے بعد عام مسلمانوں کے فائدہ کے لئے اس پوری بحث کا خلاصہ پیش کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔

خلاصۂ کلام

(۱) شوال کے چھ روزے چونکہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے صحیح نقول کے مطابق مکروہ منقول ہیں اور زمانۂ حال میں عوام کا اعتقاد گزشتہ زمانوں کے مقابلے میں زیادہ دین سے دوری کا ہے اس لئے یہ روزے رکھنا مکروہ اور ناپسندیدہ ہیں۔

(۲) انہیں مستحب سمجھنا متاخرین مشائخِ حنفیہ یا دوسرے مذاہب کے لوگوں کا خیال ہے، جبکہ مذہبِ حنفی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول اور اجتہاد کو کہتے ہیں اس لئے امام صاحب کی پیروی ضروری ہے۔

(۳) یہ روزے نہ فرض ہیں اور نہ واجب بلکہ نہ سنت مؤکدہ اور نہ مستحب نہ مندوب اتفاقیہ ہیں اس لئے ان کا ترک مناسب اور اولیٰ ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر، حافظ بدرالدین العینی اور احمد قسطلانی رحمۃ اللہ علیہم تینوں حضرات نے شروح ثلاثہ میں تصریح فرمائی ہے کہ اس قسم کے مستحب کے ترک کا ثواب اصلاح اور تبلیغِ دین کی وجہ سے زیادہ ہے۔

قد یترک الشئ المستحب لبیان الجواز ویکون فی حقہ افضل لمصلحۃ التبلیغ

(i) فتح الباری ج۴ص۲۸۰ (ii) عمدۃ القاری ج۶ جزء۱۱ص۱۰۶

(iii) ارشادالساری ج۳ص۴۱۶

(۴) شوال کا پہلا دن یعنی عید کا دن چھوڑ کر متفرق مہینہ کے کسی حصہ میں بھی یہ روزے رکھنا گو متأخرین حنفیہ کے قول کے مطابق مباح اور بنیت حسنہ مستحب ہو سکتے تھے مگر احادیث کے قرنِ اول میں متروک و منکر ہونے کی وجہ سے اور آئمہ کبار کے انکار اور اقوال مشائخ کے اضطراب کے نتیجے میں اس کا ترک زیادہ بہتر ہے اور باعث ثواب ہے۔

حق تعالیٰ شانہ علماءِ دین کو احقاق حق اور ابطال باطل کی توفیق عطاء فرمائے، اور عوام کی ہاں میں ہاں ملانے کی عادت سے حق تعالیٰ شانہ حفاظت فرمائے۔

"واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل"

تــــــــکــــــــمــــــــلــــــــہ

شوال کے چھ روزے ! محدثین،فقہاء کی نظر میں

شوال کے چھ روزے مکروہ ہیں، یہ احناف کا ایک مسلمہ اور پختہ مسئلہ ہے، یہ روزے ہمارے مذہب کے امام، الامام الاعظم امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مکروہ ہیں اور وقت کے دوسرے بڑے امام، امامِ مدینہ امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ جن کی تمام زندگی شہر نبی (ﷺ) مدینہ منورہ میں گزری، ان کے نزدیک بھی یہ روزے مکروہ اور بدعت ہیں۔

اس موضوع پر حضرت الشیخ بانی ومہتمم جامعہ عربیہ احسن العلوم مدظلہ جن کا ہمیشہ سے یہ شیوہ رہا ہے اور آپ کی علمی خصوصیات کا یہ خاصہ ہے کہ آپ مذہبِ حنفی کے پختہ عامل ہیں اور حنفی مذہب کے مقابلے میں کسی قسم کا کوئی سمجھوتہ آپ نے کبھی بھی گوارہ نہیں کیا ہے، مسئلہ چاہے ستہ شوال کا ہو یہ پھر رکعتین بعد الوتر کا ہو یا پھر دینی امور پر اجرت لینے کا ہو آپ نے ہمیشہ فقہ حنفی کے متون اور شروح کی روشنی میں ان مسائل پر محقق اور مدلل ابحاث کر کے ان کا حل پیش کیا ہے۔

شوال کے چھ روزوں کے بارے میں حضرت الشیخ مدظلہ نے اب سے ۲۰ سال قبل ایک محقق اور مفصل رسالہ تحریر فرمایا ہے ''احسن المقال فی کراھیۃ صیام ستۃ شوال'' جو کہ اس موضوع پر ایک انسائیکلوپیڈیا کی حیثیت رکھتا ہے۔ اسی رسالے کی روشنی میں چند اور گذارشات پیشِ خدمت ہیں۔

وقت کے بڑے محدثینِ عظام اور فقہاءِ کرام نے ان روزوں پر شبہ ظاہر کیا ہے جس کی تفصیل ذیل میں ملاحظہ کریں،

محدثینِ کرام رحمۃ اللہ علیہم

امیر المؤمنین فی الحدیث امام بخاری رحمہ اللہ

جماعتِ محدثین کے سرتاج وسرخیل امیر المؤمنین فی الحدیث امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ بخاری شریف کے اہم مقامات میں آنجناب نے فقہاءِ کرام کو بطورِ حجت پیش کیا ہے کیونکہ محدثین کے نزدیک حدیث کے صحیح ہونے میں فقہاء کا اس کے بارے میں اطمینان ضروری ہے، یعنی امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک حدیث پر عمل کرنے کے لئے اس پر فقہاء کا عمل ہونا ضروری ہے۔

باب ما جاء فی التطوع مثنیٰ مثنیٰ کے ذیل میں امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں

"**وقال یحیٰ بن سعید ما ادرک فقھاء ارضنا الا یسلمونا فی کل اثنتین من النھار**" (ج ا ص ۱۵۵)

مسئلہ کی وضاحت کے لئے فقہاء کے عمل کو امام بخاری حجت مان رہے ہیں، اور دو بڑے فقہاءِ کرام، مجتہدینِ عظام ان روزوں کا انکار کر چکے ہیں۔

اس کے علاوہ ایک اور اہم نکتہ یہاں ہم ذکر کریں گے وہ یہ کہ امام بخاری نے بخاری شریف میں روزوں کے باب میں تمام روزوں کا مفصل تذکرہ فرمایا ہے جن میں ایامِ بیض، جمعۃ المبارک، ایامِ تشریق، یومِ عرفات اور یومِ عاشورہ وغیرہ شامل ہیں لیکن

اس فہرست میں امام بخاری شوال کے چھ روزوں کا ذکر تو در کنار ان کی طرف اشارہ بھی نہیں فرمایا، ملاحظہ فرمائیں

(۱) باب صیام البیض ج۱ص۲۶۶

(۲) باب صوم من آخر الشهر ج۱ص۲۶۶

(۳) باب صوم یوم الجمعة ج۱ص۲۶۶

(۴) باب صوم یوم العرفة ج۱ص۲۶۷

(۵) باب صوم یوم الفطر ج۱ص۲۶۷

(۶) باب صوم یوم النحر ج۱ص۲۶۷

(۷) باب صیام ایام التشریق ج۱ص۲۶۸

(۸) باب صیام یوم عاشورا ء ج۱ص۲۶۸

لیکن شوال کے چھ روزوں کا ذکر امام بخاری رحمہ اللہ نے کہیں بھی نہیں کیا، یقیناً یہ حدیث امامِ موصوف کی شرطوں پر نہیں تھی۔

امامِ ترمذی رحمہ اللہ

اسی طرح امام بخاری رحمہ اللہ کے سب سے بڑے شاگرد امام ترمذی رحمہ اللہ نے بھی اس حدیث پر کلام فرماتے ہوئے ،کلام کا اختتام اس طرح فرمایا ہے کہ اس حدیث کے راوی پر محدثین کا عدمِ اعتماد رہا ہے جس کی وجہ سے اس حدیث کو متروک سمجھا گیا ہے ملاحظہ فرمائیں۔

’’وقد تکلم بعض اهل الحدیث فی سعد بن سعید من قبل حفظه‘‘

(ترمذی ج ۱ ص ۱۵۹ قدیمی کتب خانہ)

اسی طرح امام ترمذی، ترمذی شریف ''کتاب العلل'' میں فرماتے ہیں کہ میری کتاب میں دو حدیثیں بالکل صحیح ہیں لیکن فقہاء کا عمل نہ ہونے کی وجہ سے ان پر عمل نہیں ہے۔ (ترمذی ج ۲ ص ۲۳۳ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ)

ایک اور جگہ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ فقہاء حدیث کے معانی کو سب سے زیادہ سمجھتے ہیں

''وکذالک قال الفقھاء وھم اعلم بمعانی الحدیث''

(ترمذی ج ۱ ص ۱۱۸ باب الجنائز مطبوعہ ایچ۔ایم۔سعید، ج ۱ ص ۱۹۳ قدیمی)

اسی طرح "**باب ما جاء لا نکاح الا بولی**" (ج ۱ ص ۲۰۹) پر بھی فقہاءِ کرام کو حجت کے طور پر پیش کیا ہے۔ پوری ترمذی شریف کا کوئی بھی صفحہ اٹھا کر دیکھیں وہ آپ کو فقہاءِ کرام کے اقوال سے خالی نہیں ملے گا، اور دو بڑے فقہاءِ کرام، مجتہدینِ عظام ان روزوں کا انکار کر چکے ہیں۔

امام ابوداؤد رحمہ اللہ

محدثین کی جماعت کے ایک اور بڑے امام، امامِ ابوداؤد رحمہ اللہ بھی اپنی کتاب ابوداؤد شریف میں اہم مقامات اور اہم مسائل میں فقہاءِ کرام کو بطورِ حجت پیش فرماتے ہیں، ملاحظہ فرمائیں

(۱) ابوداؤد شریف ج ۱ ص ۱۱۹ **باب ما یستفتح به الصلوٰۃ من الدعاء**

(۲) ج ۱ ص ۱۷۰ **باب التکبیر فی العیدین**، مکتبہ رحمانیہ)

شارح مشکوٰۃ، ملا علی قاری رحمہ اللہ

مشکوٰۃ شریف کے سب سے بڑے شارح اور وقت کے جلیل القدر محدث حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ اپنی شہرۂ آفاق کتاب مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ایک اہم قاعدہ ذکر فرماتے ہیں

فیه اشارة الیٰ ان کل سنة تکون شعار اهل البدعة ترکها اولیٰ

(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج۴ص۶۴)

کہ جب کسی مسئلہ میں سنت اور بدعت کے درمیان تعارض آجائے یا کوئی سنت اہل بدعت کا شعار بن جائے تو اس سنت کو بھی ترک کر دیا جاتا ہے۔

جب وقت کے ایک بڑے امام، امامِ مدینہ امام مالک رحمہ اللہ نے ان روزوں کو بدعت فرمایا ہے تو کم از کم یہ روزے مشتبہ تو ہو ہی گئے اور مسلمان کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ متشابہات کے پیچھے دوڑے کیونکہ بمقتضائے حدیث

''الحلال بین والحرام بین وبینهما مشتبهات لا یعلمها کثیر من الناس فمن اتقی المشبهات........'' (بخاری ج۱ص۱۳)

لیکن عجیب بات ہے کہ عام مسلمانوں کا تذکرہ تو چھوڑیئے ہمارے دور کے ''اہلِ علم'' بھی متشابہات کے پیچھے دوڑ رہے ہیں۔

بخاری شریف کی تین بڑی شروحات

اسی طرح بخاری شریف کے شراحِ ثلاثہ حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ، علامہ بدر الدین عینی رحمہ اللہ اور احمد قسطلانی رحمہ اللہ تینوں حضرات فرماتے ہیں کہ ایک ایسی چیز جو

نہ تو فرض ہے نہ ہی سنتِ مؤکدہ نہ ہی مستحب اور نہ ہی مندوب تو ایسی چیز کا ترک کرنا اصلاح اور تبلیغِ دین کی وجہ سے اس پر عمل کرنے سے زیادہ بہتر اور اولیٰ ہے۔

قد یترک الشئ المستحب لبیان الجواز ویکون فی حقه افضل لمصلحة التبلیغ

(فتح الباری ج۴ص۲۸۰ عمدۃ القاری ج۶ جز۱۱ص۱۰۶

ارشاد الساری ج۳ص۴۱۶)

امام مالک رحمہ اللہ

امام مالک رحمہ اللہ نے ان روزوں کو مکروہ کہنے کے ساتھ ساتھ بدعت بھی کہا ہے اور اسی کے ساتھ ارشاد فرمایا ہے کہ

"**انه لم یراحدا من اهل العلم والفقه یصومها ولم یبلغنی ذٰلک عن احد من السلف وان اهل العلم یکرهون ذلک**"(مؤطا امام مالک ص۲۵۶)

یعنی امام مالک رحمہ اللہ نے اہل علم وفقہ میں سے کسی کو بھی یہ روزے رکھتے ہوئے نہیں دیکھا اور نہ ہی سلفِ صالحین اس کا اہتمام کرتے تھے بلکہ اہل علم حضرات تو اس کو مکروہ سمجھتے تھے۔

معلوم یہ کرنا ہے کہ وہ کون لوگ ہیں جو یہ روزے اہتمام سے رکھتے تھے کہ ان افراد کا امام مالک رحمہ اللہ جو کہ مدینہ منورہ کے سب سے بڑے امام ہیں کو پتہ ہی نہیں۔ سرے سے اہل مدینہ کا جس پر عمل ہی نہیں رہا اور امت کے دو بڑے مجتہدین نے ان کا انکار کیا ہے پھر ان کو مستحب ثابت کرنا اور منبر ومحراب سے ان کے فضائل بیان کرنا،

رسائل میں ان روزوں کے رکھنے کی ترغیب دینا کون سا عمل ہے اور کون سے دین کی خدمت ہے، یہ خالصتاً فقہ حنفی اور اس کی تعلیمات سے انحراف ہے بہتر یہی ہے کہ ان روزوں کو ترک کر دیا جائے تاکہ فقہ حنفی کی تعلیمات پر بھرپور عمل ہو جائے۔

اصولِ فقہ اور فقہاءِ کرام کے اصول

فقہاءِ کرام کے بہت سے اصول مسلمہ ہیں جن کی روشنی میں بہت سارے مسائل کا حل کتبِ فقہ اور افتاء میں ہمیں ملتا ہے۔ ان میں سے ایک قاعدہ یہ ہے کہ جب کسی بھی فعل میں یہ تردد اور شک واقع ہو جائے اور اس فعل میں بدعت اور سنت دونوں سمتوں کو متعین کرنا ممکن نہ ہو تو ایسی صورت میں سنت کو ترک کر کے بدعت کو چھوڑنے پر ترجیح دی جائے گی اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر سنت پر عمل کرنا ضروری نہیں لیکن ہر بدعت سے اجتناب فرائض کے درجہ میں سے ہے۔

والفعل اذا ترددبین السنة والبدعت تغلب جهة البدعة لان الامتناع عن البدعة فرض ولا فرضية فی تحصیل السنة او الواجب

(۱) بدائع الصنائع ج ا ص ۲۰۴ (۲) جامع الرموز ج ا ص ۲۷۵

(۳) ردّالمحتار ج ا ص ۵۰۶، ۴۳۱

نوٹ: فقہاءِ کرام کے اس قاعدے کے تحت اگر شوال کے چھ روزوں کو دیکھا جائے تو دیانتاً یہ بات کہنی پڑے گی کہ ان روزوں کا ترک کرنا ہی ضروری ہے۔ کیونکہ ان روزوں کا سنت ثابت ہونا تو مشتبہ ہو گیا ہے لیکن ان کا بدعت اور مکروہ ہونا واضح ہے جیسا کہ امام مالک رحمہ اللہ اور امام اعظم کے اقوال سے واضح ہے۔

فقہ کی مشہور اور بڑی کتب کی عبارات ملاحظہ فرمائیں

فتاویٰ تاتارخانیہ

''صوم ست من شوال مکروہ عند ابی حنیفہ متفرقاً کان او متتابعاً ''

(فتاویٰ تاتارخانیہ ج۲ص۳۸۸)

ترجمہ : شوال کے چھ روزے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک الگ الگ اور پے در پے دونوں صورتوں میں مکروہ ہیں۔

فتاویٰ عالمگیری

ویکرہ صوم بستة من شوال عند ابی حنیفہ متفرقاً کان او متتبعاً

(عالمگیری ج اص۲۰۱)

ترجمہ : مکروہ ہیں شوال کے چھ روزے ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک چاہے الگ الگ ہوں یا ایک ساتھ ہوں۔

طحطاوی علی الدر

''قال الکوھستانی صوم ست من شوال یکرہ مطلقاً عندہ ومتتابعاً عند ابی یوسفؒ'' (طحطاوی علی الدرج اص۴۷۰)

ترجمہ : علامہ کوہستانی فرماتے ہیں شوال کے چھ روزے مطلقاً مکروہ ہیں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اور پے در پے امام ابویوسف رحمہ اللہ کے نزدیک۔

البحرالرائق

ابن نجیم رحمہ اللہ نے بھی مکروہات کی بحث میں فرمایا ہے

’’ومنه ايضاً صوم ستة من شوال عند ابی حنيفة متفرقاً كان اومتتابعاً ‘‘

(البحر الرائق ج۲ص۴۵۱ مکتبہ رشیدیہ)

ترجمہ : ان (مکروہ) روزوں میں سے شوال کے چھ روزے بھی ہیں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک چاہے الگ الگ ہوں یا ایک ساتھ ہوں۔

فتاویٰ قاضی خان

واما صوم الستة بعد الفطر متتا بعة منهم من يكره ذلك

(قاضی خان علی الہندیہ، ج۱ص۲۰۶)

ترجمہ:اورروزے چھ عیدالفطر کے بعد(شوال کے)مکروہ ہیں ایک ساتھ رکھے جائیں،

الافصاح

الافصاح میں بھی وزیرابن ہبیرہ نے لکھا ہے کہ

’’امام ابو حنيفة وما لک فی قو لهمايكره ذلک ولا يستحب‘‘(الافصاح ج۱ ص۲۵۲)

امام ابوحنیفہ اورامام مالک کے قول کے مطابق (یہ روزے) مکروہ ہیں، مستحب نہیں۔

تبیین الحقائق

تبیین کے حواشی میں منقول ہے

صوم ستة من شوال عن ابی حنيفة و ابی يوسف كراهة و عامة المشائخ لم يروا به بأ ساً (تبیین الحقائق ج۱ص۳۳۲)

ترجمہ : شوال کے چھ روزے امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہما مکروہ سمجھتے تھے دوسرے مشائخ اس میں کوئی عیب نہیں سمجھتے تھے۔

الموسوعۃ الفقہیۃ

کویت سے شائع شدہ موسوعہ ''الموسوعة الفقيهة ''جو کہ ۴۵ جلدوں میں ہے اور اس کا اہتمام ''وزارة الاوقاف و الشئون الاسلامية كويت'' کے تحت ہوا ہے اور اسے ۲۰۰ علماء اور فقہاء نے مل کر ترتیب دیا ہے۔ اس میں بھی شوال کے چھ روزوں کو امام اعظم امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی نسبت سے مکروہ کہا گیا ہے۔

(الموسوعۃ الفقہیۃ ج ۲۸ ص ۹۲)

تحریر الاقوال

قاسم بن قطلو بغہ کی مشہور کتاب ''تحریر الاقوال'' میں لکھا ہے،

''ای یکره صوم الست من شوال متتابعاً و متفرقاً عند ابی حنیفة''

(تحریر الاقوال ص ۱۳۱)

ترجمہ : مکروہ ہیں چھ روزے شوال کے پے در پے اور الگ الگ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک

محیطِ برہانی

فقہ حنفی کی مشہور کتاب محیطِ برہانی میں جہاں انہوں نے مکروہ اوقات کی فصل شروع کی ہے وہاں سب سے پہلے شوال کے چھ روزوں کو مکروہ لکھا ہے، عبارت ملاحظہ فرمائیں۔

''صوم ست من شوال مکروه عند ابی حنیفة رحمه الله متفرقاً

كان او متتابعاً"(المحيط البرہانی ج۲ص ۵۶۸)

ترجمہ : چھ روزے شوال کے مکروہ ہیں امام ابوحنیفہ کے نزدیک الگ الگ یا پے در پے۔

کتاب الاعتصام

اس کے علاوہ ردِ بدعات ومنکرات کے سلسلے میں مشہورِ زمانہ کتاب ''الاعتصام'' میں علامہ شاطبی غرناطی نے بھی شوال کے چھ روزوں کے بارے میں کلام کیا ہے وہ امام مالک رحمہ اللہ کا مذہب نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں

''**فكلام مالك هنا ليس فيه دليل انه لم يحفظ الحديث كما توهم بعضهم ، بل لعل كلامه مشعر بانه يعلم**''(الاعتصام ج۲ ص۳۲۶)

یعنی امام مالک رحمہ اللہ کے کلام سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ امام مالک کو اس حدیث کے بارے میں معلومات نہیں تھی جیسا کہ بعض لوگ سمجھتے ہیں بلکہ ان کا کلام تو اس پر دلالت کرتا ہے کہ وہ اس حدیث کو خوب جانتے تھے۔

عوام الناس کے لئے شوال کے چھ روزوں کے بارے میں ایک اجمالی خاکہ اس لئے پیش کر دیا گیا کہ انہیں ان روزوں کا مکروہ ہونا واضح ہو جائے اور جس اہتمام سے ان روزوں کو رکھا جاتا ہے لوگ اس سے پرہیز کریں اور فقہ حنفی پر ان کا مضبوط عمل رہے۔ مکمل تفصیل کے لئے حضرت الشیخ مدظلہ کا رسالہ ''احسن المقال'' اپنے مطالعہ میں رکھیں ان شاء اللہ اس سے مزید روشنی اللہ رب العزت عطا فرمائیں گے۔

اس کتاب کی چند اہم ترین مباحث

- ☆احسن المقال لکھنے کی وجہ
- ☆مقدمہ مؤلف
- ☆احادیث ستہ شوال
- ☆سند اور متن پر کلام
- ☆فقہاء حنفیہ
- ☆تقاریظ علمائے کرام
- ☆امام اعظم کے قول کی تشریح و تائید
- ☆امام مالک کی موطا کا بیان
- ☆مخالف تحریرات کا جائزہ
- ☆معتبرات فتاویٰ

وَأَحْسِن كَمَا أَحْسَنَ اللَّهُ إِلَيْكَ (الآیۃ)

گلشن اقبال بلاک نمبر ۲ کراچی پوسٹ بکس نمبر ۱۷۶۵۶